اهل کتاب سے برأت

قیام اسرائیل اور نیو ورلڈ آرڈر کے تناظر میں

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سفر الحوالی حفظہ اللہ

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

http://www.muwahideen.tk

http://www.muwahideen.tz4.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مترجم

اللہ کے لئے دوستی اوراسی کے لئے دشمنی کی کہانی اتنی پرانی ہے جتنی انسانی گمراہی کی کہانی۔ایک مدت تک راہ راست پر چلنے کے بعد یک لخت انسانوں کے ایک ٹولے نے شیطانی بہکاوے میں آ کر گمراہی کی راہ اختیار کی اور عقائد وتصورات کی بنیاد پر ازلی معرکہ شروع ہوگیا۔اس وقت سے لے کر آج تک خیراور شر کی قوتیں باہم برسرِ پیکار ہیں۔اللہ پر ایمان لانے والوں کے ساتھ خیر کی قوتیں ہیں۔مومن اور پوری کائنات اطاعت کے بندھن میں فطرت کے اس آہنگ میں بندھے ہیں جس سے سرموانحراف کرنا نہیں سیکھا۔فرشتے اور اللہ کی بنائی ہوئی پاک ارواح ان کی خیر خواہ ہیں اور صبح وشام ان کے لئے برکات نازل ہوتی ہیں **ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون**۔دوسری طرف جاہلی تصورات اور جاہلی اقدار ہیں جو ابلیس کی جلو میں شر کی تمام قوتوں کے ساتھ صف آراء ہیں۔جاہلی قوتوں میں بت پرست کے علاوہ اہل کتاب بھی ہیں جو کبھی مومن تھے اور توحید پرستوں میں شامل تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی توحید میں انحراف کی وجہ سے انسان کی راہنمائی کی ذمہ داری امت محمدیہ کو سونپ دی ہے اور یہودیوں پر اللہ کا نہ ختم ہونے والا غضب نازل ہوا۔نصاریٰ نے گمراہی کی راہ اپنائی تب سے یہ نام نہاد توحید پرست اللہ کے اختیار پر بیخ پا ہیں اور مومنین کے سب سے بڑے دشمن ہیں جناب سفرالحوالی کا یہ خطبہ قیام اسرائیل کے تناظر میں عقیدہ ولا اور برا کو اجاگر کرتا ہے جسے مسلمان سقوط خلافت کے بعد فراموش کر چکے ہیں امت محمدیہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ مسلمان اپنے ازلی دشمن کی پہچان سے محروم ہو گئے ہیں جبکہ اہل کتاب زمین کے چپے چپے پر کمین گاہیں بنائے ہوئے ہیں۔

فاضل مقرر نے یہ خطبہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۱ء میں منعقد ہونے والی مشرق وسطیٰ امن کانفرنس کے پس منظر میں دیا تھا جس کی افادیت میں پانچ سال گزرنے کے بعد بھی ذرا کمی نہیں آئی بلکہ حالت و واقعات نے ان خطرات کو نمایاں کر دیا ہے جن کی بابت خطبہ میں اشارہ کیا گیا تھا مذکورہ بالا سہ روزہ کانفرنس اسپین (اندلس) کے دارالحکومت میڈرڈ میں امریکہ اور روس کی مشترکہ کوششوں سے بلائی گئی تھی۔کانفرنس کی اہمیت کا اندازہ شرکاء کی شمولیت سے لگایا جاسکتا ہے جن میں امریکہ کی جانب سے صدر بش اور وزیر خارجہ جیمز بیکر اور روس کی جانب سے میخائل گورباچوف اور وزیر خارجہ ایڈورڈ شیورڈ ناتزے جبکہ اسرائیل کی نمائندگی وزیر اعظم اسحاق شمیر نے کی۔۴۵ سال کے بعد پہلی مرتبہ عرب ممالک شام،مصر،اردن،لبنان اور فلسطین مذاکرات کی میز پر بیٹھے۔مبصرین کے خیال میں مشرق وسطیٰ امن کانفرنس سے تین مقاصد حاصل کئے گئے تھے۔

(ا) عرب ممالک کے مابین پھوٹ ڈلوانا اور پہلے سے بگڑے تعلقات میں مزید اضافہ کرنا۔

(ب) اسلامی ملکوں سے اسرائیل کو تسلیم کروانے کی راہ ہموار کرنا۔

(ج) اقوام متحدہ کی متفقہ قراردادوں کے علاوہ کسی اور پلیٹ فارم سے مسئلے کا نئی بنیادوں پر حل نکالنا۔

فلسطینی رہنما اس کانفرنس کو ''قدس کی فروخت'' سے موسوم کرتے ہیں۔

اسلامی ممالک نے مسئلہ فلسطین کو ہمیشہ سیاسی اور نسلی رنگ دینے کی کوشش کی ہے جس سے عام مسلمان کے ذہن میں قبلہ اول کی بجائے مسئلہ فلسطین اہمیت اختیار کر گیا ہے۔فاضل مقرر کے نزدیک اسرائیل کا قیام نہ صرف ''ولا'' و''برا'' کے عقیدے سے متعلق ہے جس کی ابتداء نوح علیہ السلام کی نبوت سے پڑی تھی بلکہ موجودہ زمانہ میں نیو ورلڈ آرڈر بھی اسی عقیدہ کا تسلسل ہے مسئلہ فلسطین سیاسی نہیں ایمان کا مسئلہ ہے یہود ونصاریٰ نے قبلہ اول پر کاری ضرب لگانے کے بعد قبلہ دوم پر بھی اپنا پنجہ استبداد ڈال دیا ہے امریکی افواج حجاز کی مقدس سرزمین پر اپنے ناپاک قدم گاڑ چکی ہیں۔نیو ورلڈ آرڈر قبلتین پر قبضے کے بعد قبلتین پر ایمان رکھنے والوں کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے مصر اور الجزائر کے بعد سعودی عرب کی جیلیں بھی بے گناہ مسلمانوں سے بھرتی جا رہی ہیں امریکہ میں عمر عبدالرحمٰن پابند سلاسل ہیں تو فلسطین میں احمد یاسین یہاں تک کہ فاضل مقرر کو بھی بلا کسی قانونی جرم کے جیل میں بند کر دیا گیا ہے خطیب امت کی زبان پر تالے ڈال دیئے گئے ہیں جن کی آڈیو کیسٹ سے دنیا بھر

کے مسلمان اپنے ایمان کی آبیاری کرتے رہے ہیں اور قریب تھا کہ امت کے ہر فرد تک یہ کیسٹیں پہنچ جاتیں اور مسلمانوں کو بیدار کرنے میں فیصلہ کن کردار ادا کرتیں مگر آج ان کیسٹوں تک رسائی محال کر دی گئی ہے دعوت بذریعہ کیسٹ کا رواج انہی کا مرہون منت ہے اور انہوں نے یہ طریقہ مسلمانوں پر الیکٹرانک میڈیا کے دروازے بند ہونے کی وجہ سے اختیار کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ کیسٹیں گھر گھر سنی جانے لگیں اور نیو ورلڈ آرڈر کے علمبرداروں کو کھٹکنے لگیں اور چند سالوں کے بعد کیسٹوں پر پابندی عائد کر دی گئی اور ان کے خلاف سازشیں تیار ہونے لگیں ان کے علاوہ دوسرے بے شمار علماء پر بھی سعودی حکومت کا عتاب نازل ہوا اور انہیں امت کو بیدار کرنے کی پاداش میں جیل میں بند کر دیا گیا۔

فاضل مقرر کا پورا نام سفر بن عبدالرحمٰن الحوالی ہے جائے پیدائش جنوبی طائف میں باحہ کا قصبہ اور تاریخ پیدائش ۱۳۷۰ ہجری الموافق 1950ء ہے ان کا قبیلہ غامد سے ہے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے ایم اے کرنے کے بعد ام القریٰ یونیورسٹی مکۃ المکرّمہ میں زیر تعلیم رہے۔ 1981ء میں ایم اے کے امتحان میں اول آئے ایم اے میں ان کے مقالے کا موضوع سیکولرازم تھا جو اب تک اس موضوع پر لکھے جانے والے مقالات میں سب سے نمایاں مقالہ ہے 1986ء میں پی ایچ ڈی کی سند اسی یونیورسٹی سے حاصل کی اور اول آنے کا مقالے کا موضوع ''الارجاء فی الاسلام'' (اسلامی تصورات میں مرجئہ کے عقائد) تھا ام القری میں ہی پہلے معلم اور بعد ازاں ''شعبہ عقیدہ'' کے چیئر مین بنے اور اسے یونیورسٹی کا ایک مثالی شعبہ بنا دیا۔

جناب سفر الحوالی پر مصائب اس وقت ٹوٹے جب انہوں نے امت کو بیدار کرنے کے لئے پے در پے آڈیو کیسٹ' کتابچوں اور اپنے علمی مقالات سے مسلم دنیا میں تہلکہ مچا دیا اور بیسویں صدی کے آخر میں مقبول ترین قائدین میں شمار ہونے لگے مسئلہ خلیج کے دنوں میں انہوں نے عالم اسلام کو خبردار کرنے کی کوشش کی اور بتایا کہ یہ حملہ نیو ورلڈ آرڈر کا حصہ ہے اور اسلامی ممالک کی بجائے امریکی افواج کو بلانا دراصل حرمین ان کے قبضے میں دینا ہے کیونکہ خلیجی ممالک پر قبضہ جمانا امریکہ کی دیرینہ خواہش رہی ہے اور برسوں سے اس کی منصوبہ بندی کی جا رہی تھی بعد ازاں مجلس کبار علماء کو جو حکومت سعودی عرب کی طرف سے مقرر کردہ علماء کرام کی کمیٹی ہے ایک کھلا خط لکھا جو عربی متن میں ۷۰ صفحات پر مشتمل تھا۔ خط کا عنوان ''وعد کسنجر'' تھا خط کا متن حکومتی موقف کے خلاف تھا اس لئے حکومت نے انہیں امت کی خیر خواہی کے جرم میں 16 ستمبر 1994ء کو جیل میں قید کر دیا جسے اب دو سال ہو چکے ہیں۔ عالم کی موت اس کی زبان بندی سے واقع ہوتی ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جلد از جلد رہا ہو کر اصلاح امت اور اس کی شیرازہ بندی کا فریضہ انجام دیں۔

زیر نظر ترجمہ آڈیو کیسٹ سے کیا گیا ہے جو طلب کرنے پر دستیاب ہو سکتی ہے تقریر کا متن کتابی شکل میں ''الوعد الحق والوعد المفتری'' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے

۔

زیر نظر ترجمہ تقریر سے کیا گیا ہے جسے تحریری قالب میں ڈھالتے ہوئے کوتاہیاں سرزد ہونا یقینی امر ہے تاہم حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ موضوع کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے تقریر میں کتابوں اور شخصیات کے نام عربی زبان میں بیان ہوئے تھے ہم نے تلاش بسیار کے بعد کتابوں کے عنوان اور شخصیات کے نام انگریزی میں تحریر کئے ہیں۔

پاکستان میں بیشتر قارئین کے لئے سفر الحوالی کا نام نیا ہے اگرچہ وہ بطور مصنف' خطیب' داعی اور مفکر ایشیاء سے یورپ تک جانے جاتے ہیں لیکن ہمارے ملک میں انہیں اب تک متعارف نہیں کرایا گیا ان جیسے دیگر مفکرین اور قائدین بھی عرصہ دراز سے اصلاح امت کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں جن سے رہنمائی حاصل کرنے میں نہ صرف ہمارے قائدین کی فہرست میں اضافہ ہوگا بلکہ جغرافیائی اور گروہی افکار سے نکل کر عالمی اور امت کی سطح پر آنے کا موقع بھی ملے گا برسوں سے چھائی مایوسی کے بادل چھٹ جائیں گے اللہ تعالیٰ برابر مسلمانوں کی اصلاح کے لئے رہنما پیدا کر رہا ہے جو آخر دنیا بھر کے مسلمانوں کو اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے قیادت فراہم کر سکیں گے ۔(انشاء اللہ)

مترجم

عداوت کا آغاز

عزیز بھائیو! آج کا موضوع ہمارے روزمرہ کے حالات وواقعات سے دوراز کار نہیں یہ موضوع نہ صرف ہماری روزمرہ مجالس میں کی جانے والی گفتگو کا حصہ ہے بلکہ اخبار ورسائل اور دوسرے ذرائع ابلاغ بھی اسی بڑے واقعے کو قلمبند کرنے میں مشغول ومصروف رہے ہیں اس مسئلہ کو مشرق وسطیٰ امن کانفرنس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یعنی یہود وعرب کے مابین امن سمجھوتہ۔ آج ہم اسی امن کانفرنس کو زیر بحث لائیں گے۔

میڈرڈ کانفرنس میں جو کچھ ہوا بلا شبہ وہ اپنی نوعیت کا ایک تاریخی واقعہ ہے جس کا اندازہ آپ نہ صرف مغربی ابلاغ عامہ سے لگا سکتے ہیں جنھوں نے اس کانفرنس کو خوب کوریج دی ہے بلکہ دیگر ممالک کے ابلاغ عامہ نے بھی اس کانفرنس پر اپنی آراء اور تبصروں کا اظہار کیا۔ مغربی ذرائع ابلاغ نے ملکی اور داخلی مسائل کو پس پشت ڈالتے ہوئے اپنی تمام تر توجہ اس واقعے پر مرکوز رکھی قائدین' صحافی' اخباری نامہ نگار' ادیب یہاں تک کہ عوام الناس سب کانفرنس کی کاروائی سے لمحہ بہ لمحہ باخبر اور منسلک رہے۔

عزیز بھائیو! آخر اس سارے انہماک میں کیا راز پوشیدہ تھا؟

شاید آپ یہ سمجھتے ہوں کہ اس کانفرنس میں دو متنازع فریقین کے درمیان صلح کرائی گئی ہوگی ایسی کوئی بات نہیں۔

برادران محترم جو کچھ میڈرڈ کانفرنس میں ہوا وہ دراصل پیہم مرحلوں کی ایک طویل داستان ہے۔ میڈرڈ کانفرنس ایک لمبے سفر کی گاڑی کا درمیانی اسٹیشن ہے اس گاڑی کو جو آج سے پانچ ہزار سال پہلے چلی .... جیسا کہ ہم آگے چل کر ثابت کریں گے ...... اور قیامت تک چلتی رہے گی۔ میڈرڈ اور اس کے بعد واشنگٹن اس لمبے سفر میں مختصر دورانیے کے اسٹاپ ہیں۔ یہ طویل سفر دراصل اس عہد کی طرف طے کیا جا رہا ہے جو اللہ نے اپنے نبی اور خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے باندھا اور آپ کے بعد آپ کی صالح اولاد سے باندھا یہ وہ عہد ہے جس پر اعتقاد رکھنے والے دنیا کے تین آسمانی ادیان کے پیروکار ہیں۔ مسلمان اپنے حق میں اس عہد کے دعوے دار ہیں جس کی تائید کتاب اللہ سے بھی ہوتی ہے اور احادیث سے بھی جیسا کہ ہم آگے چل کر ثابت کریں گے دوسری طرف یہود ونصاریٰ ہیں جو اس عہد کی بابت ایک اور نقطہ نظر رکھتے ہیں جو سراسر اللہ تعالیٰ پر بہتان عظیم ہے نتیجتاً ان تینوں ادیان کے مابین کشمکش در آئی جس کی نوعیت نہ تو قومی تعصّبات جیسی ہے اور نہ ملکوں کے درمیان جو کھینچا تانی ہوتی ہے اس جیسی ہے بلکہ یہ کشمکش دو عقیدوں کے درمیان بنتی ہے' عقیدہ توحید جس کے داعی ابراہیم علیہ السلام تھے اور مجدد محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تجدید نو کے لئے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آخری زمانے میں تشریف لائیں گے اور دوسرا عقیدہ شرک' جھوٹ اور خرافات جس کے بانی عیسائی راہب اور یہودی پیشوا ہیں جنھوں نے من گھڑت باتیں بنا کر کہا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے ہرگز نہیں۔

سب سے پہلے اس تنازعے کی بنیاد رکھنے والے یہودی پیشوا ہیں اس کے بعد سینٹ پال (Saint Paul) اور پھر دیگر گمراہ اور گمراہ کرنے والے پادری آتے ہیں یہاں تک کہ تھیوڈور ہرٹزل (Theodor Herzl) اور اس کے پیروکاروں کا زمانہ آجاتا ہے۔ پھر آخری زمانے میں عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے ظاہر ہونے پر اس تنازعے کا آخری مرحلہ مکمل ہونا ہے اور دونوں مسیحوں کے ٹکرانے سے یہ طویل اور ازلی معرکہ ختم ہوگا۔ مسیح ابن مریم علیہما السلام اور مسیح دجال جو دراصل دو امتوں کے سردار ہیں اور دونوں ایک ہی وعدے کا اپنے حق میں ہونے کے دعویدار ہیں۔ معرکے کا ایک فریق امت اسلام ہے اور دوسرا فریق اہل کتاب' یہود ونصاری ہیں۔

برادران گرامی! اس کانفرنس کا انعقاد دراصل سچے وعدے کو جھٹلانے اور اس سے کفر کرنے کے لئے اور جھوٹے وعدے کی تائید اور اس پر ایمان رکھنے کے لئے کیا گیا اس لئے میڈرڈ کانفرنس میں جو کچھ طے پایا وہ کسی سنجیدہ شخص کے لئے نہ تو صلح کے بیانات ہیں اور نہ ہی صلح کی قرار دادیں جیسا کہ ہم قطعی دلائل اور براہین سے ثابت کریں گے۔ جھوٹے وعدے کی تائید ہی اس کانفرنس کا بنیادی اور اساسی نکتہ ہے لہٰذا ہمیں اس بات سے زیادہ سروکار نہیں کہ کانفرنس میں کیا کہا گیا یا اس پر کتنا عمل درآمد کیا جائے اگرچہ ہم کانفرنس کے مندرجات کو بھی تھوڑا بہت زیر بحث لائیں گے لیکن ہمارا اصل موضوع کانفرنس کا بنیادی اور اساسی نکتہ ہی رہے گا۔

محترم بھائیو! آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خطہ شام کو خاص فضیلت بخشی ہے سورہ تین میں ارشاد فرمایا:

وَ التِّیۡنِ وَ الزَّیۡتُوۡنِ o وَ طُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ o وَ ھٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِیۡنِ

’’قسم ہے انجیر اور زیتون اور طور سینا اور اس پر امن شہر (مکہ) کی‘‘۔

اسی خطہ میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو بسایا جہاں سے اس عہد کا آغاز تقریباً پانچ ہزار سال پہلے ہوا اور اس معرکے کی بنیاد پڑی یعنی ابراہیم علیہ السلام کی خطہ شام میں آمد سے ہی اس تنازعے کی بنیاد پڑ گئی۔ وہ ابراہیم علیہ السلام جسے اللہ تعالیٰ نے پسند کیا اور انہیں انسانوں کا امام بنایا اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم بھی اسی علاقے میں دیا جہاں پہنچ کر آپ نے بیت عتیق کی تعمیر نو فرمائی جس کا قصہ آپ سب جانتے ہیں۔ تینوں مذاہب کے پیروکاروں کی باہمی مخاصمت ومحاربت کا آغاز ابراہیم علیہ السلام کی شام کے خطہ میں ہجرت سے ہی ہو گیا تھا۔ یہودی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں ابراہیم علیہ السلام سے یہ عہد باندھا تھا میں آپ کے سامنے تورات کی اصل عبارت پڑھتا ہوں جس سے یہودی اس وعدے کی بابت اشتہا دلیتے ہیں۔ جہاں تک سچے وعدے کا تعلق ہے جو اللہ نے اپنے اولیا سے کر رکھا ہے تو آپ سب جانتے ہیں ابھی نماز کے دوران امام صاحب نے اس وعدے سے متعلقہ چند آیات بھی تلاوت کیں جن کی تفسیر تقریر کے آخر میں آئے گی پہلے ہم یہودیوں کے اس وعدے کی تاریخی سند بیان کرتے ہیں جسے وہ ابراہیم علیہ السلام سے منسوب کرتے ہیں پھر ہم اس کے متعلق مغرب کا موقف جاننے کی کوشش کریں گے اور یہ بھی جاننے کی کوشش کریں گے کہ اہل مغرب یہ موقف کیوں رکھتے ہیں۔

تورات کی کتاب پیدائش کے آغاز میں ایک عجیب وغریب واقعہ آتا ہے جس میں نوح علیہ السلام سے ایک عہد باندھنے کا ذکر کیا گیا ہے ہم اس عہد کی تاریخ نوح علیہ السلام کے زمانہ سے بیان کرتے ہیں کیونکہ یہ اگلے واقعہ کو سمجھنے کے لئے کلیدہ جس میں یہی عہد ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بیان ہوگا' تحریف شدہ تورات کی عبارت ملاحظہ ہو:

> ’’اور نوح کاشت کاری کرنے لگا اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا اور اس نے اس کی مے پی اور اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا اور کنعان کے باپ حام نے اپنے باپ کو برہنہ دیکھا اور اپنے دونوں بھائیوں کو باہر آ کر خبر دی تب سام اور یافث نے ایک کپڑا لیا اور اسے اپنے کندھوں پر دھرا اور پیچھے کو الٹے چل کر گئے اور اپنے باپ کی برہنگی ڈھانکی سو ان کے منہ الٹی طرف تھے اور انہوں نے اپنے باپ کی برہنگی نہ دیکھی جب نوح اپنی مے کے نشہ سے ہوش میں آیا تو جو اس کے چھوٹے بیٹے نے اس کے ساتھ کیا تھا اسے معلوم ہوا اور اس نے کہا کہ کنعان ملعون ہو وہ اپنے بھائیوں کے غلاموں کا غلام ہوگا پھر کہا خداوند سام کا خدا مبارک ہو۔ [1]

آیت مذکورہ میں سام کے لئے تو برکت کی دعا ہے جبکہ کنعانیوں کو ملعون ٹھہرایا گیا ہے اور سامیوں کے لئے کنعانیوں کی غلامی کا ذکر بطور تاکید تین مرتبہ کیا ہے۔

تورات کی اصطلاح میں کنعان سے مراد عربوں کا جد امجد ہے عربوں میں کنعانی نسل کا ہونا گو تاریخی طور پر ثابت ہے مگر کنعان کا ذکر بطور خاص کیا گیا ہے اور اسے ملعون ٹھہرایا گیا ہے حالانکہ نوح علیہ السلام کی اس مذکورہ دعا کے وقت کنعان سرے سے پیدا ہی نہ ہوا تھا۔ تورات میں انبیاء کی بابت یہ توہین آمیز آیات کتاب کے ابتدائی ابواب میں درج ہیں جس سے اہل ایمان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر امریکہ میں دینی مدارس کی ابتدائی کلاسوں میں پڑھنے والے لڑکوں کو صغر سنی میں ہی اس قسم کے واقعات پڑھائے جاتے ہیں۔ امریکہ میں دینی مدارس کی تعداد بیس ہزار سے تجاوز کرتی ہے اور لاکھوں بچے ان میں زیر تعلیم ہیں جو ان واقعات سے اپنی پڑھائی کا آغاز کرتے ہیں۔

کتاب پیدائش کے مختلف ابواب میں کنعانی علاقے بھی بتائے گئے ہیں اور خود کنعانیوں کے اوصاف بھی بیان کئے گئے ہیں۔ محرف شدہ تورات کے دسویں باب کی آیات میں انہی دو چیزوں کا ذکر ہے۔

> اور کنعان کی حد یہ ہے صیدا سے غزہ تک جو جرار کے راستہ پر ہے پھر وہاں سے لسع تک جو صدوم اور عمورہ اور ادمہ اور ضبیان کی راہ پر ہے۔ [2]

انہیں آیات کی وجہ سے اسرائیل جولان کی پہاڑیوں سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

---

(۱): پیدائش باب ۹ آیت ۲۰-۲۶۔

(۲): پیدائش باب ۱۰، آیت ۱۹-۲۰۔

بارہویں باب میں آتا ہے۔

''اور خداوند نے ابراہیم سے کہا کہ تو اپنے وطن اور اپنے ناتے داروں کے بیچ سے اور اپنے باپ کے گھر سے نکل کر اس ملک میں جا جو میں تجھے دکھاؤں گا اور میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤں گا اور برکت دوں گا اور تیرا نام سرفراز کروں گا سو تو باعث برکت ہوا۔ جو تجھے مبارک کہیں ان کو''میں برکت دوں گا اور جو تجھ پر لعنت کرے اس پر میں لعنت کروں گا اور زمین کے سب قبیلے تیرے وسیلے سے برکت پائیں گے۔''(۱)

اور ابراہیم اس ملک میں سے گزرتا ہوا مقام مکم میں مورہ کے بلوط تک پہنچا اس ملک میں کنعانی رہتے تھے تب خداوند نے ابراہیم کو دکھائی دے کر کہا کہ یہی ملک میں تیری نسل کو دوں گا۔'' (۲)

تیرہویں باب میں آتا ہے

''خداوند نے ابراہیم سے کہا کہ اپنی آنکھ اُٹھا اور جس جگہ تو ہے وہاں سے شمال اور جنوب مشرق اور مغرب کی طرف نظر دوڑا کیونکہ یہ تمام ملک جو دیکھ رہا ہے میں تجھ کو اور تیری نسل کو ہمیشہ کے لئے دوں گا اور میری تیری نسل کو خاک کے ذروں کی مانند بناؤں گا۔'' (۳)

سترھویں باب میں آتا ہے:

''اور میں اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ان کی سب پشتوں کے لئے' اپنا عہد جو ابدی عہد ہوگا باندھوں گا تا کہ میں تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا رہوں اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو پردیسی ہے ایسا دوں گا کہ وہ دائمی ملکیت ہو جائے۔'' (۴)

یہ جان کر آپ حیران ہوں گے کے اس سارے علاقے کے وارث بننے والوں کی نشانی کتاب پیدائش میں ختنہ بتلائی گئی ہے۔ ختنہ کی علامت ہمیں صحیح بخاری میں مذکور ایک واقعہ تک لے جاتی ہے جو روم کے بادشاہ ہرقل سے متعلق ہے جب ہرقل نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ چھا گیا۔ آپ سب جانتے ہیں کہ عیسائی تو ختنہ نہیں کراتے اسی لئے درباریوں نے ہرقل سے کہا کہ ختنہ یہودیوں کے علاوہ کوئی نہیں کرتا۔ ہم آپ کے ایک اشارہ پر یہودیوں کی سلطنت ختم کر دیتے ہیں اسی لئے جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور چند عربوں کو ہرقل کے دربار میں لایا گیا تو وہ جان گیا اور کہا ''ہاں وہ ان کا بادشاہ ہوگا'' اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے عجیب وغریب سوالات کر چکنے کے بعد ہرقل نے برملا کہا کہ مذکورہ عہد نامہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باندھا گیا ہے لیکن یہودیوں نے ان پیشین گوئیوں میں تحریفات کر ڈالی ہیں اور حق کو چھپا لیا ہے اس کی بابت مزید تفصیل شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ کی تالیف ''الجواب الصحیح'' میں مل سکتی ہے۔

ارض موعود کا حدود اربعہ بھی تورات میں مذکور ہے۔ کتاب پیدائش کے پندرھویں باب میں ازلی ملکیت والی اراضی کا حدود اربعہ باقاعدہ متعین کر کے بتلایا گیا ہے ۔تورات میں لکھا ہے۔

''اسی روز خداوند نے ابراہیم سے عہد کیا اور فرمایا کہ یہ ملک دریائے مصر سے لے کر اس بڑے دریا یعنی دریائے فرات تک...... میں نے تیری اولاد کو دیا ہے۔'' (۵)

دوسرے مقام پر لکھا ہے

قومیں تیری خدمت کریں اور قبیلے تیرے سامنے جھکیں تو (یعقوب علیہ السلام) اپنے بھائیوں کا سردار ہو اور تیری ماں کے بیٹے تیرے آگے جھکیں

---

(۱): پیدائش باب ۱۲، آیت ۱-۴۔

(۲): پیدائش باب ۱۲، آیت ۶-۷۔

(۳): پیدائش باب ۱۳، آیت ۱۴-۱۵۔

(۴): پیدائش باب ۱۷، آیت ۷-۸۔

(۵): کتاب پیدائش باب ۱۵ آیت ۸۔ (۶): کتاب پیدائش باب ۲۷ آیت ۲۹۔

جو تجھ پر لعنت کرے وہ خود لعنتی ہو اور جو تجھے دعا دے وہ برکت پائے۔'' (۲)

توارت میں ایک اور جگہ لکھا ہے۔

اور یعقوب علیہ السلام بر سبع سے نکل کر حاران کی طرف چلا اور ایک جگہ پہنچ کر ساری رات وہیں رہا......اور اسی جگہ سونے کو لیٹ گیا (اور خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا اللہ تعالیٰ یعقوب سے مخاطب ہوا اور کہا: [میں خداوند تیرے باپ ابراہیم کا خدا اور اسحاق کا خدا ہوں میں یہ زمین جس پر تو لیٹا ہے تجھے اور تیری نسل کو دوں گا۔ اور تیری نسل زمین کے گرد کے ذروں کی مانند ہوگی اور تو مشرق و مغرب شمال اور جنوب میں پھیل جائے گا اور زمین کے سب قبیلے تیرے اور تیری نسل کے وسیلہ سے برکت پائیں گے۔'' (۱)

سبحان اللہ! دنیا میں سب سے کم آبادی والی قوم یہودیوں کی قوم ہے لیکن توارت میں پے در پے کئی مقامات پر یہودیوں کے دشمنوں پر لعنت کی وعید آئی ہے اور خود ان کی اپنی نسل میں برکت و کثرت کے کئی وعدے ذکر کئے گئے ہیں مگر اس حقیقت کو جھٹلایا نہیں جاسکتا کہ سب سے کم آبادی بھی یہودیوں کی ہے اور دنیا میں پائے جانے والے کل یہودیوں میں یعقوب علیہ السلام کی نسل تو اور بھی کم ہو جاتی ہے کیونکہ یہودیوں کی ایک نسل خزر سے ہے۔ ایک نسل عرب سے ہے اور یورپی نسل الگ ہے باقی بچ جانے والے یہودی کتنے رہ جائیں گے جن کا شمار ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہوتا ہو لہٰذا ثابت ہوا کہ یہودی اپنی ان پیشین گوئیوں میں بھی جھوٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنے سے بھی نہیں شرماتے۔

توارت میں ہی ایک اور مقام پر آتا ہے۔

''اور قادر مطلق خدا تجھے برکت بخشے اور تجھے آبرومند کرے اور بڑھائے کہ تجھ سے قوموں کے جتھے پیدا ہوں اور وہ ابراہیم کی برکت تجھے اور تیرے ساتھ تیری نسل کو دے کہ تیری مسافرت کی یہ سرزمین جو خدا نے ابراہیم کو دی تیری میراث ہو جائے۔'' (۲)

توارت میں یہ بات مختلف الفاظ کے ساتھ بہت سی جگہوں پر آئی ہے مثلاً اسرائیل علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا۔

''اور یہ ملک جو میں نے ابراہیم اور اسحاق کو دیا سو تجھ کو دوں گا اور تیرے بعد تیری نسل کو بھی یہی ملک دوں گا۔'' (۳)

توارت محرفہ کی مذکورہ بالا آیات ہی اس سارے مسئلے کی بنیاد ہیں۔

---

(۱): کتاب پیدائش باب ۱۰ آیت ۱۰-۱۵۔

(۲): کتاب پیدائش باب ۳۵ آیت ۱۲-۱۳۔

(۳): کتاب پیدائش باب ۳۵ آیت ۱۲-۱۳۔

نصاریٰ پر یہودی عقائد کا غلبہ

یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ عیسائیوں کو یہودیوں کا ہمنوا بننے کی کیا ضرورت ہے ہونا تو یہ چاہئے کہ عیسائی مسلمانوں کے ساتھ ہوتے کیونکہ عیسائی عقیدہ کے مطابق عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کو سولی پر چڑھانے والے یہودی ہیں البتہ ہمارا عقیدہ تو واضح ہے ''وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ'' مگر عیسائی تو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کے نبی کو قتل کرنے والے اور حواریوں کو اذیت میں مبتلا کرنے والے یہودی ہیں اور اولین عیسائیوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے والے بھی یہی ہیں۔ اسی طرح آخری زمانے میں نزول مسیح بھی ہمارا اور عیسائیوں کا مشترکہ عقیدہ ہے جبکہ دوسری طرف یہودی عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کو جھوٹا اور فریبی سمجھتے ہیں اور نزول مسیح کے بھی قائل نہیں۔ یہودیوں کے خلاف عیسائیوں کا مسلمانوں کی طرف جھکاؤ یقیناً معقول رویہ ہوتا مگر یہودیوں نے اپنے مکروفریب' چالاکی ودھوکہ بازی سے اور عیسائیوں کی ناسمجھی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں اپنا ہمنوا بنالیا ہے اور یہ موقع یوں کہہ کر نکال لیا کہ ہم دونوں یہود ونصاریٰ ایک ہی کتاب کے پیروکار ہیں یعنی کتاب مقدس۔

آپ جانتے ہیں کہ کتاب مقدس دو حصوں پر مشتمل ہے۔

عہد قدیم (Old Testament) جو دراصل تورات ہے اور عہد نامہ جدید (New Testament) مذکورہ بالا موضوعات اپنی طوالت کے ساتھ عہد نامہ قدیم میں آتے ہیں جس کا فائدہ یہ ہوا کہ کتاب مقدس پڑھنے والا اپنی ابتداء تورات کے ساتھ کرتا ہے اور سب سے پہلے مذکورہ بالا موضوعات اپنی تمام تر تفصیلات کے ساتھ مبتدی کے ذہن میں راسخ ہو جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں اس کا وہی عقیدہ بنتا ہے جو یہودیوں کا اپنا عقیدہ ہے۔ عیسائیوں کی مسلمانوں کے ساتھ نہ ملنے کی ایک وجہ تو یہ ہے اور دوسری وجہ قرآن مجید میں آتی ہے اور وہ اہل کتاب کا امت محمدیہ کے ساتھ حسد ہے جو ان کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ قرآن کی رو سے عیسائی حقیقت کو جانتے ہیں۔ نجاشی کے اسلام لانے سے بھی پوری طرح آگاہ ہیں انہیں معلوم ہے کہ ہرقل قریب تھا کہ ایمان لے آتا اور بے شمار عیسائی جو عیسائیت چھوڑ کر اسلام لائے ان سے بھی خوب واقف ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کی رسالت کو بھی یہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں مگر حسد کی بیماری انہیں گھن کی چاٹ گئی ہے۔

بہرکیف دونوں مسیحوں میں معرکہ ٹھن چکا ہے۔ مسیح دجال پر یہودیوں کا ایمان ہے جسے وہ امن کا علم بردار کہتے ہیں اور اس کی آمد کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں اور یہودیوں کے جلو میں عیسائی بھی یہی ایمان رکھتے ہیں۔

دوسری طرف مسیح ابن مریم ہیں جن پر مسلمانوں کا ایمان ہے کہ وہ دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔

یہاں ایک اور اشکال پیدا ہوتا ہے شاید آپ حضرات میں سے کوئی سوال کرنا چاہے کہ عیسائی تو عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کی آمد کی عقیدہ رکھتے ہیں وہ کس لئے مسیح دجال کا انتظار کریں؟ جبکہ دونوں مسیحوں میں سخت عداوت ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہودی اپنے مسیح کو مسیح دجال نہیں کہتے۔ دجال کا اضافہ ہم مسلمان کرتے ہیں دوسرا یہودیوں کے پیشوا اس الجھن کو خباثت اور چالبازی سے سلجھاتے رہے ہیں۔ اس کوشش میں عیسائی برابر کے شریک کار ہیں اس مشکل کا حل یہودیوں نے یہ تلاش کیا ہے کہ جہاں تک نزول مسیح کے عقیدے کا تعلق ہے ہم دونوں تفصیلات میں الجھے بغیر اس پر ایمان مجمل لاتے ہیں اور آئندہ کی سیاسی وعملی پالیسی اس عقیدہ کے تحت بناتے ہیں اور باقی امور نزول مسیح تک اٹھا رکھتے ہیں کہ نزول مسیح کے وقت دیکھا جائے گا۔ آیا یہودی اس پر ایمان لاتے ہوئے عیسائی مذہب اپناتے ہیں یا وہ یہودیوں کا مسیح ہوگا جو عیسائیوں کو ٹھکانے لگائے گا ابھی تک یہ مسئلہ تعطل کا شکار ہے اور یہود ونصاریٰ اسے زیر بحث نہیں لاتے اس طریقہ سے عیسائیوں اور مسلمانوں کے مشترکہ عقائد تو پس پشت چلے جاتے ہیں اور عیسائی اختلافی عقائد کے باوجود یہودیوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔

❀❀❀❀❀

اہل کتاب اور عہد شکنی

موجودہ واقعات کو سمجھنے میں ایک نقطہ یہ ہے کہ مسلم ممالک ٹھیک اس وقت مغرب سے پینگیں بڑھا رہے ہیں جب مغرب پوری طرح سے دشمنی اور عداوت پر اتر آیا ہے۔ مزید وضاحت کے لئے میں آپ کے سامنے ماضی قریب کی چند مثالیں لاتا ہوں پہلی جنگ عظیم میں عربوں نے اتحادیوں کا ساتھ دیا اور انگریز کے جھنڈے تلے بیت المقدس کو فتح کیا اور جنرل لمبی نے جبل زیتون پر اپنا نیزہ گاڑتے ہوئے اعلان کیا کہ صلیبی جنگیں آج ختم ہوئی ہیں۔ دراں حالیکہ عرب اس کی فوج کا حصہ تھے اور جنگ کے اختتام پر سائکس پیکو معاہدہ ہوا جس سے عربوں کے تمام خواب چکنا چور ہو گئے۔ شریف حسین کو خلافت سونپنے کا وعدہ بھی فرد ا ثابت ہوا اور وہ شیرازہ بکھرا کہ شام جو پہلے عثمانی خلافت کا ایک صوبہ تھا تقسیم ہو کر چار مستقل ملکوں میں بٹ گیا یعنی اردن، لبنان، سوریا اور فلسطین۔ رہی کسر اعلان بالفور (Balfour Declaration) نے نکال دی ایک طرف عرب دوستی گانٹھنے میں انگریزوں سے مل کر برسر پیکار تھے اور دوسری طرف اعلان بالفور پر عملدر آمد ہو رہا تھا۔

دوسری دلیل جنگ عظیم دوم کی ہے جبکہ مسلمانوں کے بیشتر علاقوں پر یا تو برطانوی سامراج تھا یا فرانسیسی سامراج۔ جب جنگ کے لئے فوجیں بھرتی ہوئیں تو ہندوستان سے برطانیہ کیلئے جوان بھرتی ہوئے اور شمالی افریقہ کے اسلامی ممالک سے فرانس کے لئے بھرتی عمل میں لائی گئی۔ علمائے سو سے حکمرانوں نے مسلمانوں کے لئے فتویٰ حاصل کیا کہ جرمنی کے خلاف لڑنا جہاد فی سبیل اللہ ہے اور مصر میں جب برطانیہ اور جرمنی کے مابین مشہور جنگ چھڑی تو ہندوستان کے علمائے سو نے مصر پہنچ کر مسلمانوں کو شرکت کرنے پر ابھارا اور اس جنگ کو جہاد فی سبیل اللہ کا عنوان دیا۔ مصر کی سرزمین میں لڑی جانے والی اس جنگ کا انجام قیام اسرائیل کی صورت میں ہوا اور اعلان بالفور کا نفاذ عمل میں لایا گیا پردہ پوشی کے لئے پہلی جنگ عظیم میں اتحادی عصبیت اور صدر رولسن (Wilson Woodrow) کے مرتب کردہ نکات کو ہوا دی گئی اور دوسری جنگ عظیم میں اقوام متحدہ کے منشور اور حقوق انسانی کے خوشنما نعروں کا راگ الاپا گیا۔ جس سال انسانی حقوق کا ڈھنڈورا پیٹا گیا ٹھیک اسی سال اسرائیل کا قیام عمل میں لایا گیا تا کہ دنیا پر یہ ثابت کیا جائے کہ حقوق انسانی سے کیا مراد ہے اور ان حقوق کا مستحق کون ہے؟ تیسری دلیل حالیہ خلیج کی جنگ ہے اور جو ڈراما اس جنگ میں رچایا گیا وہ آپ سب پر واضح ہے۔ ڈھاک کے وہی تین پات عرب ابھی تک مغرب کے بہی خواہ ہیں اور ان کے خوشنما وعدوں پر آس لگائے بیٹھے ہیں۔ زیادہ عرصہ نہیں چند سالوں میں بچشم سر دیکھیں گے کہ مغرب ہمارے ساتھ کیا برتاؤ کرنے والا ہے۔ جو کچھ ہوگا وہ پہلے سے مختلف نہ ہوگا۔ تین دلیلیں ماضی قریب کی ہیں پرانی تاریخ اس کے علاوہ ہے۔ **لاحول و لا قوۃ الا باللہ۔**

اب ہم اپنی گفتگو کا رخ عیسائیوں پر مرکوز کرتے ہیں کیونکہ فی زمانہ ہم ان کے کہے پر چل رہے ہیں خواہ انہوں نے ہمیں ہر بار دھوکہ ہی کیوں نہ دیا۔ عیسائیوں کا ایک عقیدہ جان لیجئے جب عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آسمان پر اٹھائے گئے تو اس زمانے کے عیسائیوں نے دعویٰ کیا کہ عنقریب ایک سال بعد نزول مسیح ہوگا پھر وہ دنیا پر ایک ہزار سال حکمرانی کریں گے یہی وجہ ہے کہ گزشتہ سن ایک ہزار عیسوی کے اختتام پر دنیا کے بیشتر عیسائی نزول مسیح کے منتظر رہے۔ اب پھر عیسوی جنتری کے حساب سے دو ہزار سال مکمل ہونے والے ہیں اور مذکورہ بالا عقیدہ پھر سے منظر عام پر آ گیا جس کی رو سے مسیح مملکت اسرائیل یعنی فلسطین میں ہوگا جو ان کا آبائی وطن ہے اور یہودیوں کا فلسطین میں آباد ہونا نزول مسیح کا پیش خیمہ ہے۔ اس عقیدہ کو عہد ہزار سالہ (Millenarain) کہتے ہیں اس لئے چار صدیاں پہلے عیسائیوں نے ارض فلسطین میں یہودی آباد کاری کی بنیاد ڈالی یہ عقیدہ عیسائیوں کے بنیادی عقائد میں سے ہے جس پر وہ پختہ ایمان رکھتے ہیں۔ اس ضمن میں جو پیش رفت ہو چکی ہے اس کا خلاصہ میں بیان کرتا ہوں۔

امریکہ میں ایک مشہور کتاب چھپی ہے جس میں مصنف نے پیشین گوئی کی ہے کہ دو ہزار عیسوی کے قریب دنیا کی تہذیب اور اس کا تمدن تباہ ہو جائے گا ایک اور مصنف منصوبہ بندیوں کو ترک کرنے کا مشورہ دیتا ہے اور لکھتا ہے کہ امریکہ کو قرضوں کی واپسی کا تقاضا کرنے کی بھی ضرورت نہیں اور نہ امریکہ میں مہنگائی کا رونا پیٹنے

---

(۱) عیسائی عقیدہ کی رو سے مستقبل میں ایک مقدس جنگ کا نام حدیث میں ایسی لڑائیوں کو ملاحم کبریٰ کہا گیا ہے۔

کی ضرورت ہے ۔ چند سالوں میں سب کچھ تباہ ہوجائے گا ہرمجدون (Armageddon)[1] کی عظیم ترین جنگ چھڑنے والی ہے جو بت پرستوں اور عیسائیوں کے درمیان ہوگی ۔جن دنوں خلیج میں جنگ ہورہی تھی آپ نے ذرائع ابلاغ سے اس جنگ کا تذکرہ ضرور سنا ہوگا اور امریکیوں کو باور کرایا گیا کہ خلیج کی جنگ ہی ہرمجدون یا سہل مجدون ہے ۔

سہل مجدون فلسطین میں ایک جگہ کا نام ہے مصنف لکھتا ہے اس فیصلہ کن معرکہ میں لڑنے والے فوجیوں کی کل تعداد چالیس کروڑ ہوگی گو اتنی بڑی تعداد میں فوجی ہونا ممکن نہیں مگر عیسائی اسی طرح سمجھتے ہیں اور عنقریب یا دو ہزار عیسوی تک اس معرکہ کے بپا ہونے پر یقین رکھتے ہیں وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ یہ ایٹمی جنگ ہوگی جس میں نزول مسیح ہوگا اور ایمان والے ان کے ساتھ بادلوں سے اوپر چلے جائیں گے اور بت پرست مشرکوں کا خاتمہ ہوجائے گا ۔آپ حیران نہ ہوں امریکہ میں بھی ایسی بحثیں ہوتی ہیں ۔عیسائی اس مقدس جنگ پر پختہ یقین رکھتے ہیں ہمارے پاس ان کے عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے کئی دلائل ہیں ۔

گیارہ سے زائد مرتبہ صدر ریگن نے اس عقیدہ پر اپنے ایمان کا اظہار کیا ہے صدر ریگن کے علاوہ صدر بش اور دیگر سربراہان نے بھی اس عقیدہ پر اپنے ایمان کا اظہار کیا ہے ۔دانشور طبقہ ان کے علاوہ ہے اور ظاہر ہے مذہبی حضرات کا اس عقیدہ پر ایمان تو ہونا ہی ہے ۔ان شخصیات میں معرکہ ہونے کے وقت میں اختلاف تو پایا جاتا ہے لیکن خود معرکہ کے وقوع پذیر ہونے پر سب کا اتفاق ہے ۔

آپ شاید اس بات کو نہ جانتے ہوں کہ عیسائی کنعانیوں یعنی مسلمانوں کو بت پرست کہتے ہیں اور انہی کا خاتمہ مقصود ہے، جبکہ مسیح کی مدد سے پوری دنیا کے عیسائی سرفراز ہوں گے یعنی شکاگو اور پیرس کی برہنہ طوائفیں شریف زادیاں کہلائیں گی ۔ یہ جنگ کنعانیوں کے نیست و نابود ہونے پر ختم ہوگی اور مسلمان صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے ۔ یہ ہے وہ عقیدہ جس پر عیسائی کاربند ہیں ۔

امریکہ کے بنیاد پرست قائدین

صدر نکسن (Nixon) امریکہ کے فکری اور نظریاتی لوگوں میں سے ایک اہم شخصیت سمجھا جاتا ہے۔اس نے اپنی کتاب کا نام ہی ''Victory without War 1999'' یعنی سال 1999ء تک امریکی پوری دنیا کے حکمران ہوں گے اور یہ فتح انہیں بلا جنگ حاصل ہوگی اور پھر امور مملکت مسیح سنبھال لیں گے گویا مذکورہ سال تک موعود مسیح کے انتظامات مکمل ہو چکے ہوں گے اور امریکیوں کی ذمہ داری ان انتظامات کے مہیا کرنے تک ہے اس کے بعد نظام مملکت مسیح چلائیں گے۔ مذکورہ کتاب ان دنوں منظر عام پر آئی جب روسی صدر گورباچوف امریکی دورے پر تھے کیونکہ اسلام کے خلاف مغربی اور مشرقی دونوں بلاکوں کا اتفاق ہے۔اس کتاب کے چند اقتباسات بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

''روس اور امریکہ کو اسلامی بنیاد پرستی کے خلاف متفقہ معاہدہ کرنا چاہئے'' صدر نکسن اسلامی بنیاد پرستی کے خلاف تو گورباچوف اور ریگن کو متفقہ معاہدہ کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں اور دوسری طرف انہیں بڑھتی ہوئی عیسائی بنیاد پرستی سے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوا جس کی تفصیل آگے چل کر آرہی ہے۔صدر نکسن آگے چل کر یہودیوں اور عربوں کے باہمی تعلقات میں خوشگوار تبدیلی کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں ''عربوں اور یہودیوں کے درمیان پائی جانے والی عداوت میں کمی آئی ہے اس تبدیلی کی نوعیت یہ ہے کہ ایک طرف بنیاد پرست مسلمانوں کا ٹولہ ہے اور دوسری طرف اسرائیل اور معتدل عرب ممالک ہیں'' مراد ہے کہ اسلامی بنیاد پرستی کا قلع قمع کرنے کے لئے اسرائیل کے ساتھ عرب ممالک بھی صف بستہ ہیں اور آنے والے نئے معرکے میں ایک طرف امریکہ اسرائیل اور معتدل عرب ہیں اور دوسری طرف مسلمان بنیاد پرست ہیں۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ عالم اسلام میں مراکش سے انڈونیشیا تک نیا کمیونزم اسلامی بنیاد پرستی کی صورت میں ابھر رہا ہے جو تبدیلی بذریعہ خونی انقلاب لانا چاہتے ہیں۔مراد یہ ہے کہ پہلے جس جنونیت اور انتہا پسندی کا اطلاق ہم روس پر کیا کرتے تھے اب اس کا اطلاق مسلمانوں پر ہونا چاہیے اب اس جنونیت کی وارث امت مسلمہ ہے مراکش سے انڈونیشیا تک۔

کتاب کے اختتامیہ پر نکسن جذباتی انداز میں لکھتا ہے ''گزشتہ دو صدیوں میں امریکہ ایک مفلس اور کمزور ملک تھا اور اس پورے عرصہ میں ہماری بقا کا ضامن ہمارا عقیدہ تھا۔اب جبکہ ہم اکیسوی صدی میں داخل ہو رہے ہیں اور اپنی تاریخ کی تیسری صدی کا آغاز کرنے والے ہیں ہمیں اپنے عقیدے کا پھر سے جائزہ لینا ہے اور اس میں نئی روح اور امنگ پیدا کرنی ہے''۔گویا خود نکسن بھی بنیاد پرستی پر ایمان رکھتا ہے مگر بنیاد پرستی کی اصطلاح تو صرف مسلمانوں پر چسپاں ہو سکتی ہے اس لئے صدر نکسن کو انتہا پسند نہ کہا جائے۔

عہد ہزار سالہ کا عیسائی عقیدہ امریکی سربراہان کے پیش نظر رہا ہے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کتاب ''البعد الدینی'' کا مولف لکھتا ہے۔

صدر جمی کارٹر نے اپنے اس عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے اسرائیل کے ساتھ تعلقات کی نوعیت صرف خاص ہی نہیں بلکہ یہ اپنی نوعیت کے منفرد تعلقات ہیں جن کی جڑیں ہمارے دلوں میں' ہمارے اخلاقیات میں اور ہمارے عوام کے اعتقادات میں ہیں۔دونوں ممالک کے قیام میں اوائل مہاجرین کا ہاتھ کا اور یہ انعام تورات کی پیشین گوئی کے مصداق ہے۔کتاب کا مولف لکھتا ہے کہ سات امریکی سابقہ سربراہان معرکہ ہرمجدون پر ایمان رکھتے ہیں وہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ عرب یہود تنازعہ کی نوعیت وہی ہے جو داؤد اور جالوت جسے وہ گولئتھ (Goliath) کہتے ہیں کے مابین تھی جالوت سے مراد عرب ہیں اور داؤد علیہ السلام سے یہودی۔معاذ اللہ

صدر ریگن نے واضح لفظوں میں کہا کہ جنگ ہرمجدون کی ہلاکت انگیزی قریب ہے اور جب کیتھولک فرقہ کے ایک امیدوار نے انتخابی مہم کے دوران صدر ریگن کو بدنام کرنے کے لئے یہ کہا کہ تم جیری فول ویل Rev Jerrg Falwell کے عقیدہ پر یقین رکھتے ہو تو اس کے جواب میں ریگن نے زور دے کر کہا کہ دنیا فنا ہونے والی ہے۔

صدر ریگن نے اپنے اس عقیدہ کا اظہار گیارہ سے زائد مرتبہ کیا ہے خواہ کیلیفورنیا کی گورنری کا زمانہ ہو یا امریکہ کی صدارت کا۔اس عقیدہ کا ذکر انہوں نے اپنے گھر

میں کیا وائٹ ہاؤس میں کیا' عشایئے اور دوپہر کے کھانے میں کیا' عام لوگوں سے کیا' جن حضرات نے ٹیلی فون پر استفسار کرنا چاہا ان سے بھی یہی عقیدہ بیان کیا' مذہبی اور دیگر سیاسی قائدین کے درمیان یہ عقیدہ دہرایا اپنے دفتری عملے سے اور یہاں تک کہ فاتر العقل لوگوں سے بھی یہی بات کہی یعنی ہر مجدون اور عنقریب دنیا فنا ہونے کا عقیدہ۔

صدر بش نے جیری فول ویل کی مدح سرائی میں کہا ''میں پوری دیانتداری سے اس یقین کا اظہار کرتا ہوں کہ اگر جیری فول ویل جیسی شخصیات پیدا ہوتی رہیں تو ہمیں آئندہ یہودیوں کے قتل عام جیسی رسوائی پھر نہ دیکھنا پڑے گی۔''

جیری فول ویل عیسائی بنیاد پرستی کا بڑا قائد باور کیا جاتا ہے جو یہودیوں کے ارض مقدس میں لوٹنے اور موعود مسیح کا قائل ہے اور جارج بش کے قریبی ساتھیوں میں سے ایک ہے۔ جارج بش اپنی کتاب (Looking Forward) میں لکھتا ہے کہ اس کا ایک دادا ایک پادری تھا اور ان کا گھرانہ مذہبی تھا جس کے افراد خانہ ہر روز کتاب مقدس کا مطالعہ کرتے تھے۔ چین میں انہیں اپنی سفارتی ذمہ داریوں کے دوران نوزائیدہ بچی کی پیدائش پر بپتسمہ دینے کے لئے خاصی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ چین میں کلیسا کم ہی ہوتا ہے۔''

یہ مشکل صرف مذہبی لوگوں کو پیش آتی ہے کیونکہ بپتسمہ کا جھنجھٹ صرف مذہبی لوگوں نے پال رکھا ہے اس طرح کے اور واقعات بھی انہوں نے خود بیان کئے ہیں۔

عیسائی مذہب میں دیندار کہلانا ایسا نہیں ہے جیسا ہمارے یہاں دینداری سے سمجھا جاتا ہے عیسائی مذہب کسی قاعدے ضابطے کو خاطر میں نہیں لاتا اس مذہب میں کوئی ٹھوس اور جامع شریعت سرے سے ہے ہی نہیں۔ صرف چرچ جانے اور پادری کو راضی کرنے کی پابندی کا نام عیسائیت ہے۔ یہ بات دھرانے کے بعد کہ سات سربراہان مملکت تورات کی پیشین گوئیوں پر یقین رکھتے ہیں میں اپنی گفتگو کا موضوع صہیونی تحریک کی طرف پھیرتا ہوں۔ صہیونی تحریک کی بنیاد کس طرح پڑی' صہیونی تحریک فلسطین پر اپنے حق کی دعویدار کیوں بنی اور کیونکر لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام سے جو عہد باندھا تھا وہ یہودیوں کے حق میں ہے اور مسلمانوں کے حق میں نہیں۔ یہ وہ موضوعات ہیں جن پر مجھے گفتگو کرنا ہے۔

تاریخ کتب میں اس تحریک کا بانی یہودی نژاد تھیوڈور ہرٹزل (Theodor Herzel) کو باور کرایا جاتا ہے مگر حقیقت کچھ اور ہے۔ دراصل یہودیوں کو متحد کرنے کی بنیاد عیسائیوں نے رکھی تھی کیونکہ عیسائی تورات کی پیشین گوئیوں کی تصدیق کرتے ہیں اس پیش رفت پر چار صدیاں گزر چکی ہیں۔ اگر ہمیں اس حقیقت کا ادراک نہ ہوا کہ صہیونی تحریک سے پہلے یہودیوں کو متحد کرانے والے عیسائی ہیں تو ہمیں مغرب کے موجودہ موقف کو سمجھنے میں غلطی لگ سکتی ہے خاص کر امریکہ کا اس سہ فریقی تنازعہ کے متعلق جو موقف رہا ہے اسے بھی اسی تناظر میں دیکھا جائے۔

صہیونی تحریک کے اصل بانی کو جاننے کے لئے ہمیں یہودیوں کی یورپ میں پرانی حیثیت جاننی ہوگی کیونکہ اس تحریک کا اصل بانی مارٹن لوتھر (Martin Luther) ہے

یہودیوں پر انجیل اور قرآن دونوں میں لعنت کی گئی۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ان پر داؤد اور عیسی ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی کیونکہ وہ سرکش ہو گئے تھے اور زیادتیاں کرنے لگے تھے [المائدۃ:۷۸]

یہودی عیسائیوں کے ہاں لعنتی سمجھے جاتے ہیں لیکن اس کا سبب قرآن میں مذکورہ آیات نہیں بلکہ وہ عقیدہ ہے جس کی رو سے ان کے رب مسیح عَلَیْہِ السَّلَام کو قتل کرنے والے یہودی تھے۔ **سبحان الله عما يصفون**.

کلیسا جس کا صدر مقام روم میں ہے یہودیوں پر اور ان کی دعوت پر ایسی لعنت کرتا رہا ہے جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ کلیسا کی یہودیوں سے نفرت کا اندازہ آپ اس واقعہ سے لگا سکتے ہیں کہ جب یورپ میں ایک بیماری وبائی شکل اختیار کر گئی جسے یورپی تاریخ میں سیاہ طاعون یا کالی وبا (Bubonic Plague) سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس وباء سے لاکھوں باشندے ہلاک ہوئے یہاں تک کہ شہروں کے شہر اور بستیوں کی بستیاں ویران ہو گئیں۔ جس پر پاپائے روم نے اپنے سرکاری

بیان میں اس وباء کا سبب یہودی نامرادوں کو قرار دیا۔ بعدازاں یہ فتویٰ یورپ کے بیشتر علاقوں میں زبان زد خاص وعام ہوا دراں حالیکہ خود یہودی اس وباء کا اسی طرح شکار ہوئے جس طرح عیسائی ہوئے لیکن یہودیوں سے شدید نفرت کے اظہار کے طور پر ہر بری چیز کی نسبت یہودیوں سے کرنا ایک روایت بن گیا تھا اور کئی تنظیمیں محض معاشرے کو یہودیوں کے وجود سے پاک کرنے کے لئے وجود میں آئیں جن کی سرپرستی پاپائے روم کیا کرتا تھا اور اسی بناء پر برطانیہ اور جرمنی سے یہودی نکالے گئے ۔اسی طرح فرانس سے یہودیوں کو ملک بدر کیا گیا جلاوطنی کی یہ رسم تیرھویں صدی سے شروع ہو کر پندرہویں صدی تک رہی یہ تحریک Jewish Expulsion یا Spanish Inquisition کہلائی جس سے عموماً یہودیوں سے پاک معاشرہ مراد لیا جاتا کیونکہ عیسائی یہودیوں کی بابت یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ کی پیدا کردہ مخلوقات میں خبیث ترین اور شریر ترین مخلوق یہودی ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے۔

جلاوطنی کے اس دور میں یہودیوں نے اسلامی اندلس میں پناہ لی جہاں جا کر انہیں چین نصیب ہوا کیونکہ مسلمان یہودیوں کو اہل کتاب باور کرتے ہیں اور ذمیوں کے حقوق ادا کرتے ہیں اس لئے اندلس میں یہودیوں کو کوئی گزند نہ پہنچی لیکن جب اسلام کا دور قصۂ پارینہ ہوا اور اندلس عیسائی عملداری میں آیا اسلامی میڈرڈ عیسائیوں کے تسلط میں چلا گیا تو ایک مرتبہ پھر یہودیوں کے لئے جلاوطنی کا دور آ گیا۔ انہیں سخت تشدد کا نشانہ بنایا گیا اگرچہ عیسائیوں نے مسلمانوں پر بھی ظلم کے پہاڑ توڑے لیکن ہماری گفتگو کا موضوع چونکہ یہودی ہیں اس لئے اسلامی اندلس اور مسلمانوں پر کیا بیتی زیر بحث نہ آئے گا۔

امریکہ ایک مذہبی ریاست

ظلم وجبر کے مارے یہودیوں کیلیئے یورپ کے دوردراز علاقوں میں پناہ لینے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔یہی وہ زمانہ تھا جب قدرت خداوندی سے نئی دنیا امریکہ دریافت ہوئی اور یہودیوں کے لئے امریکہ جانے کا موقع نکل آیا۔دوسری طرف پروٹسٹنٹ فرقے کے حامی بے شمار عیسائیوں نے بھی امریکہ کی جانب ہجرت اختیار کی اور آج تک یہی فرقہ امریکہ میں غالب چلا آرہا ہے۔

یہاں پر پروٹسٹنٹ فرقے کے عقائد بھی جان لیجئے اس فرقہ نے سب سے پہلے پوپ کونشانہ تنقید بنایا اوران سے مناظرے کیے۔یہ فرقہ اللہ اور بندے کے درمیان پادری کے وسیلہ کونہیں مانتا۔ان کا کہنا ہے کہ ہرشخص کوکتاب مقدس پڑھنے کا حق حاصل ہے اورضرور پڑھنی چاہئے اور کتاب مقدس پر بلاواسطہ ایمان لانا چاہئے ۔پروٹسٹنٹ فرقہ کے عقائد میں یہ تبدیلی دراصل صلیبی جنگوں کی وجہ سے آئی تھی جس کے دوران انہوں نے دیکھا کہ مسلمان بغیرکسی وسیلے واسطے کے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔پروٹسٹنٹ فرقہ کی تحریک سے یورپ میں مذہبی رجحانات کے اندر ایک نئی روچلی اورلوگ براہ راست تورات سے رجوع کرنے لگے اور مارٹن لوتھر نے جو دراصل اس تحریک کا بانی تھا کتاب مقدس کا ترجمہ انگریزی اور جرمنی زبان میں کرڈالا اور یہی وجہ ہے کہ یہ فرقہ جرمنی اور برطانیہ میں خوب پھیلا۔اس تحریک کی وجہ سے عیسائی کتاب مقدس کی حرفیت پرایمان لائے اورتورات کی عصمت کے قائل ہوئے اوراسے وحی تسلیم کیا جواللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لے کرآئی ہے۔تورات سے براہ راست رجوع کرنے کے نتیجے میں انہیں ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کے ساتھ باندھے گئے عہد کے متعلق علم ہوا جس کا خلاصہ میں گزشتہ گفتگو میں بیان کرچکا ہوں۔

پروٹسٹنٹ تحریک کے اثر سے ہی عیسائی اس بات کے قائل ہوئے کہ فلسطین یہودیوں کی سرزمین ہے اوراس وقت سے عیسائی یہودی تعلقات سدھرنے لگے ۔یہودیوں کی طرح پروٹسٹنٹ فرقے نے بھی امریکہ کی طرف ہجرت کی کیونکہ اس فرقے کے حامی بھی کیتھولک فرقے کے ستائے ہوئے تھے اورانہوں نے اپنے اس ہجرت کو بنی اسرائیل کی ہجرت سے تشبیہ دی اور کہا کہ جیسے بنی اسرائیل ارض مقدس میں وارد ہوئے تھے ویسے ہی ہم امریکہ میں وارد ہوئے ہیں۔انہوں نے شہروں کے نام انہیں ناموں پررکھے جن کا ذکر تورات میں آیا۔یہ امریکی اپنے آپ کوتورات کی تعلیمات پرمانتے ہیں اورسرزمین امریکہ کواللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت مانتے ہیں یہاں تک کہ بعض امریکی بنیاد پرست فلسطین کی بجائے امریکہ کوارض موعود سمجھتے ہیں۔

امریکی معاشرے میں کی اٹھان پروٹسٹنٹ افکار پرہوئی ہے جن میں کلیسا کی کوئی اہمیت ہے اورنہ پادری کا وسیلہ مانا جاتا ہے۔یہ فرقہ مذکورہ بالا عہد پر پختہ ایمان رکھتا ہے۔

جس زمانہ میں ......خصوصاً صدی میں ......امریکہ اور برطانیہ میں پروٹسٹنٹ تحریک فروغ پارہی تھی اس زمانہ میں صہیونی تحریک کی فکری بنیادوں کا آغاز ہوا جس کے کچھ عرصے بعد صہیونی تحریک کی بنیاد پڑگئی جسے تھیوڈور ہرٹزل کی صہیونی تحریک سے امتیاز رکھنے کے لئے صہیونی نصرانی تحریک کا نام دیا گیا۔برسبیل مثال ملکہ وکٹوریہ کے عہد حکومت میں برطانیہ میں ''دریافت فلسطین'' کیلیئے ایک فنڈ قائم کیا گیا جس کا نگران کنٹربری (Canterbury) کے لاٹ پادری کومقرر کیا گیا۔برطانیہ کا بشپ اعظم جسے تورات میں مذکور ارض موعود اوراس کی حدود کی تلاش کا کام سونپا گیا اس کے بعد بالفور نمودار رہوا (مشہور زمانہ اعلان بالفور کا بانی) بالفور کی بھانجی نے اس کی سوانح حیات مرتب کی ہے جس میں وہ لکھتی ہے کہ بالفور تورات پر پختہ ایمان رکھتا تھا وہ اس کی تلاوت سے رطب اللسان رہتا تھا اور تورات کی حرف بحرف تصدیق کیا کرتا تھا اوراعلان بالفور دراصل اس کے اس پختہ ایمان کا ثمرہ ہے اعلان بالفور کے وقت برطانیہ کا وزیراعظم جارج لویس (George Louis) تھا جس نے اپنے متعلق صراحت سے کہا کہ وہ صہیونی ہے اور تورات میں یہودیوں کی ارض مقدس میں یقینی ورود کے متعلق جو ذکر آیا ہے اس پر پختہ ایمان رکھتا ہے اورارض مقدس میں یہودیوں کی واپسی اورنزول مسیح کا پیش خیمہ ہے۔

ادھر امریکہ میں بھی اس زمانے میں یہی صورت حال تھی صدر ولسن (Wilson) نے یہودیوں کے مطالبے کی پرزورحمایت کی بلکہ صدر ولسن کی حمایت سے پہلے بلیک اسٹون نے فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری کا مطالبہ کیا۔بلیک اسٹون اسرائیل کی پسندیدہ شخصیات میں سے تھا جو کوئی متشدد صہیونی نہیں بلکہ امریکہ کا ایک کٹر

عیسائی تھا لیکن اس کے باوجود اس نے ارض مقدس میں یہودیوں کی آبادکاری کے لئے پرزور مہم چلائی۔ یہ واقعہ صدر ولسن کا صدارتی عہدہ سنبھالنے سے پہلے کا ہے بلکہ اس وقت تک خود صہیونی تحریک کی بنیاد نہ پڑی تھی کیونکہ بلیک اسٹون کی تاریخ پیدائش 1841ء ہے بلیک اسٹون ''Jesus is Coming'' نامی کتاب کا مولف ہے جو انیسویں صدی میں اشاعت کے ریکارڈ توڑنے والی چند کتابوں میں نمایاں کتاب تھی۔ اس کتاب کے لگ بھگ دس لاکھ سے زائد نسخے فروخت ہوئے اور اڑتالیس سے زائد زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا جس میں ایک ترجمہ عبرانی زبان میں بھی تھا۔ صہیونی تحریک سے پہلے قیام اسرائیل کا مطالبہ کرنے والے عیسائی تھے نہ کہ یہودی۔ بلیک اسٹون اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔

''فلسطین میں یہودی مملکت کے قیام کے سلسلے میں صہیونی تحریک کامیاب ہو یا نہ ہو تورات کی رو سے صہیونی مملکت نے بننا ہی ہے'' بعدازاں بلیک اسٹون نے اپنے رفقاء کی مدد سے ایک یادداشت مرتب کی اور 413 سے زائد اہم امریکی شخصیات سے اس یادداشت کی حمایت میں دستخط لینے میں کامیاب ہوا جن میں منتخب ارکان اسمبلی، جج، وکیل اور دوسری امتیازی حیثیت کی حامل شخصیات شامل تھیں۔ یادداشت کو امریکی صدر بنجمن ہیریسن کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ یادداشت میں اسرائیلی مطالبات کو تسلیم کرنے کی سفارش کی گئی تھی اور یہودیوں کو ارض فلسطین میں بسانے کے لئے امریکی صدر کو اپنا بھرپور تعاون اور اثر ورسوخ استعمال کرنے کی درخواست کی گئی تھی مذکورہ یادداشت 1919ء میں مرتب کی گئی۔

بنجمن کے بعد ولسن کا دور آیا اور اس زمانہ میں پہلی جنگ عظیم چھڑی ہوئی تھی۔ عرب اتحادیوں کے حمایتی بنے ہوئے تھے اس زمانے میں صدر ولسن نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ ''خادم کلیسا یعنی ولسن پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ارض مقدس اس کے صحیح مستحقین یہودیوں کو واپس دلانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے۔''

یہودیوں کی ایک کتاب میں صدر ولسن کی تعریف میں لکھا ہے ''صدر ولسن نے یہودی مفادات کے لئے دورس اقدامات کئے صہیونی نصرانی فکر سے ان کے لگاؤ کی یہ حالت تھی کہ وہ سیاسی اور اخلاقی نتائج کو بالائے طاق رکھ دیا کرتے تھے۔''

آپ کو تعجب ہوگا کہ مہذب دنیا کا صدر یعنی ولسن دنیا میں یہودیوں کی کل آبادی دس کروڑ سمجھتا تھا یہ واقعہ ایک مورخ نے تحریر کیا ہے درآں حالیکہ اس وقت یہودیوں کی کل آبادی ایک کروڑ دس لاکھ تھی۔

غور فرمائیں کس قدر عیاری سے امریکی صدر کے ذہن میں غلط اعداد و شمار بٹھائے گئے۔

ایک اور شخصیت کا بیان نقل کیے بغیر بات ادھوری رہے گی اس کا شمار امریکہ کی چند سربرآوردہ شخصیات میں ہوتا ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد وہ کانگریس کی خارجہ کمیٹی کا چیئرمین بھی رہ چکا ہے 1922ء میں بوسٹن کے اندر اپنی ایک تقریر میں یہودیوں کو ایک تجویز دیتے ہوئے کہا ''یہ عمل نہایت قابل ستائش ہوگا کہ پوری دنیا کے واپسی کے خواہش مند قوم پرست یہودی اپنے آبائی وطن میں قومی مملکت تشکیل دیں وہ آبائی وطن جس میں وہ ہزاروں سال پلے بڑھے تھے اور یہ بات مجھے سخت ناگوار ہے کہ قدس یعنی یروشلم اور فلسطین کے علاقے محمدیوں کی عملداری میں چلے جائیں۔''

تاریخ کا عام طالب علم بھی اس دروغ گوئی کو بھانپ سکتا ہے جو موصوف نے یہودیوں کی بابت کہی ہے کیونکہ ارض فلسطین میں یہودیوں کا قیام معدودے چند سال سے زائد نہ تھا۔

اپنے اختتامی کلمات میں اس نے کہا ''میں اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ قدس اور فلسطین میں محمدیوں کا قبضہ ہو۔

یہ الفاظ کانگریس کی خارجہ کمیٹی کے چیئرمین کے ہیں اور یہ بات 1922ء کی ہے یعنی اسرائیل بننے سے 26 سال پہلے وہ بار بار اپنی نفرت کا اظہار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ''مجھے ہرگز گوارہ نہیں کہ قدس پر محمدیوں کی حکومت ہو''۔ آپ کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ اس آگ کو بھڑکانے والے یہودیوں سے پہلے عیسائی تھے۔ فلسطین میں قیام اسرائیل کی ضرورت پر عیسائی پہلے ایمان لائے تھے جبکہ یہودی بعد میں۔

اب ہم اپنی گفتگو کا رخ حالات حاضرہ کی طرف پھیرتے ہیں۔

پروٹسٹنٹ تحریک کے نتیجہ میں جس کے چند قائدین کا ذکر میں اوپر کرآیا ہوں امریکہ میں مذہبی بیداری عجیب طریقے سے پیدا ہوئی آپ مذہبی بیداری کے لفظ سے حیران نہ ہوں امریکی خود اس تبدیلی کو مذہبی بیداری یا بنیاد پرستی یا بیداری انجیل سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ حضرات انجیل کی پیشین گوئیوں پر ایمان رکھتے ہیں اور اسرائیل

کے قیام کی پرزورحمایت کرتے ہیں اسرائیل کے ساتھ تعاون ومدد کرتے ہیں اور مسلمانوں کوختم کرنے پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ ایک نہایت اہم موضوع ہے کیونکہ اس کے اثرات مسلمانوں پران کے مستقبل میں پڑیں گے، ہمیں یہ بات خوب سمجھ لینی چاہیے کہ ہم اب تک غفلت میں رہے ہیں ہمارے قائدین اور ذرائع ابلاغ بھی اپنے عوام کو غافل رکھنا چاہتے ہیں وہ ہمیں ان حقائق سے آگاہ نہیں کرتے جوروز بروز ہمارے لئے خطرہ بنتے جارہے ہیں اوران میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے امریکہ جیسے ملکوں میں جوسیکولراورملحد معاشرہ ہے مذہبی بیداری پیدا ہورہی ہے اوراس مذہبی بیداری میں سیاسی عنصرنہایت موثر کردارادا کررہا ہے جبکہ ہمیں اس کا احساس نہیں دلایا جارہا ہے۔ یہ باتیں تفصیل طلب ہیں لیکن میں انہیں حتی الامکان اختصار سے پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔خوب سمجھ لیں کے امریکی اتنے لادین لوگ نہیں جتنا ہم سمجھتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ مذہب کا تصوران کے ہاں چندرسم ورواج کے ادا کر لینے سے زائدنہیں۔ چرچ کی بات اوراس کےفتووں پرایمان لانا ہی ان کے ہاں مذہب کہلاتا ہے مذہب سے زندگی گزارنے کا ہمہ گیرتصورمرادنہیں لیا جاتا۔

عالمی سطح پر ہونے والے ایک سروے کےنتائج کچھ اس طرح تھے کہ عیسائی اکثریت والے ممالک میں سب سے زیادہ مذہبی لوگ آئرلینڈ کے باشندے ہوتے ہیں اوراس کے بعد امریکہ دوسرے نمبرپرآتا ہے۔سروے کرنے والا ادارہ Gallop Polls اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے کہ امریکہ میں 90 فیصد سے زائد لوگ وجود باری تعالیٰ کے قائل ہیں یہ ایک غیرمتوقع نتیجہ ہے کہ 90 فیصد سے زائد امریکی اللہ تعالیٰ کے ہونے پرایمان رکھتے ہیں ظاہر ہے کہ اس ایمان کی نوعیت ان کے عقیدہ اورمعاشرتی چلن کے لحاظ سے ہے۔اس رپورٹ کی روسے 71 فیصد امریکی موت کے بعد جی اٹھنے پرایمان رکھتے ہیں۔

ایک اور رپورٹ کے مطابق 1970ء میں کلیسائی عبادت خانوں کے کل امریکی ممبران کی تعداد تیرہ کروڑ دس لاکھ تھی 1980ء میں یہ تعداد بڑھ کر تیرہ کروڑ پچاس لاکھ ہوگئی لیکن اگلے دوسالوں میں ایک زبردست اضافے کے ساتھ یہ تعداد تیرہ کروڑ ساٹھ لاکھ اور ساٹھ ہزار تھی۔آپ خوداندازہ لگالیں کہ باقی ماندہ امریکی کتنے رہ جاتے ہیں۔

کلیسا سے تعلق رکھنے والے یہ لوگ آپ کے خیال میں کتنا چندہ دیتے ہوں گے؟

1982ء کی رپورٹ کی روسے جوکہ کافی پرانی رپورٹ ہے یہ رقم ساٹھ ارب ڈالر سے زائد بنتی ہے اس رقم سے آپ اندازہ لگاسکتے ہیں کہ آج کل کیا صورت ہوگی۔

قدرے اختصار سے انجیلی اسکولوں کا حال بھی جان لیجئے انجیلی اسکولوں اوردانش گاہوں کی تعداد آپ کے خیال میں امریکہ جیسے ملک میں کتنی ہوگی؟ اسی طرح عیسائی تعلیمات کے لئے ٹی وی نیٹ ورک کی تعداد کتنی ہوگی؟

مشنری ذرائع ابلاغ

کیا آپ کے خیال میں امریکہ میں مذہبی بیداری کی وہی کیفیت ہوگی جو ہمارے ہاں پائی جاتی ہے کہ جس کا کوئی قابل قدر میگزین ہے نہ اخبار نہ ریڈیو اسٹیشن نہ ٹی وی اسٹیشن اور نہ مصنوعی سیارے کی مدد سے دور دراز علاقوں میں نشریات بھیجنے کا کوئی انتظام ہے۔اسلامی ممالک کے برعکس امریکہ میں ابلاغ عامہ کی صورتحال انتہائی ترقی یافتہ ہے جو چرچ کے پادریوں کی ملکیت میں جو ذرائع ابلاغ ہیں اس کی ایک رپورٹ ملاحظہ فرمائیں۔

امریکہ میں چرچوں کے زیر کنٹرول کئی سو کالج انسٹی ٹیوٹ اور یونیورسٹیاں ہیں 82-1981ء کی رپورٹ کے مطابق جسے اب پندرہ سال ہو چکے ہیں اعلیٰ تعلیمی اداروں کی تعداد 1978 تھی۔انجیلی اسکول جو 55-1954ء میں ہوا کرتے تھے 1980ء کی رپورٹ کے مطابق ان کی تعداد 1800 تک پہنچ گئی۔

میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ اس کا جواب سوچیں' کیا وجہ ہے کہ امریکہ کی طرف جانے والے مسلمان آج سے بیس بائیس سال پہلے انحراف اور لادینیت کی طرف مائل تھے مگر بعد میں ان کی بیشتر تعداد کا رجحان مذہب کی طرف رہا؟ اس سوال پر غور کریں آپ ان لوگوں سے پوچھ لیجئے جو آج سے بیس سال پہلے امریکہ میں تھے اس وقت عیسائی مذہب کے موضوع پر ایک بات سننا گوارا نہ کرتے تھے۔عیسائی مسلمانوں سے کہتے کہ تم کیوں ہماری طرح دین سے بغاوت نہیں کرتے۔ ہماری طرح تمہیں بھی مذہب سے آزاد ہونا چاہئے پس ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے بہت سے مسلمانوں نے مذہب سے انکار کیا لیکن بعد کے سالوں میں جب کوئی تعلیمی وظائف پر جانے والا طالب علم امریکہ کی کسی یونیورسٹی میں داخل ہوتا تو اس کے گرد امریکی جمگھٹا بنا لیتے جن میں جماعتی طالب علموں کے علاوہ اساتذہ اور معلمات بھی ہوتیں۔سب اس سے دین کے موضوع پر بحث وتمحیص شروع کردیتے جب یہ روش چل پڑی تو قرآن وانجیل کے موازنے میں گیا گزرا مسلمان بھی قرآن کے برحق ہونے کا برملا اظہار کرتا۔سبحان اللہ اگر ادیان کے موازنے کی بات ہو یا انجیل وقرآن میں سے کسی ایک کے برحق ہونے کی بحث چل نکلے تو پھر گیا گزرا مسلمان بھی اسلام کی حقانیت اور اس کی سچائی کا اعتراف کرتا ہے اور پورے اعتماد سے کہتا ہے کہ اسلام ہی برحق ہے۔

اس زمانے سے اب تک دین امریکہ کا ایک اہم موضوع رہا ہے اور اس وقت سے امریکہ میں مذہبی بیداری آچکی ہے اس بیداری کی ایک مثال ہارورڈ یونیورسٹی ہے (Harward University) جو پروٹسٹنٹ فرقے کی تعلیم دینے میں مشہور ترین یونیورسٹی سمجھی جاتی ہے۔شروع میں پروٹسٹنٹ فرقے نے اسے انجیلی کالج کا درجہ دیا تھا جو بعد ازاں ہارورڈ یونیورسٹی کہلائی اور اسی شہرت کی حامل Abilene Christian University ہے۔ان دو کے علاوہ اور بھی جامعات ہیں جو دراصل چرچ کے زیر کنٹرول ہیں ۔واشنگٹن میں ایک یونیورسٹی ہے ایک یونیورسٹی جارج ٹاؤن میں ہے ۔اس طرح ڈیلا رڈ یونیورسٹی Dillard University فلپس یونیورسٹی Philips University اس کے علاوہ ٹیکساس اٹلانٹا اور بوسٹن میں بھی مختلف جامعات ہیں جو عالمی شہرت کی حامل سمجھی جاتی ہیں ۔یہ دراصل دینی یونیورسٹیاں ہیں جو لاہوت کی تعلیم دیتی ہیں۔اس کے علاوہ عیسائی پادریوں کی ملکیت میں دو ہزار سے زائد دینی مدرسے انسٹی ٹیوٹ یا کالج ہیں اور ان میں لاکھوں طالب علم زیر تعلیم ہیں جو مذکورہ بالا عقائد پر ایمان رکھتے ہیں یعنی تورات اور توراتی پیشین گوئیوں پر ایمان رکھتے ہیں جو ہمارے زیر بحث ہیں۔

ماضی کے امریکی انتخابات سے علماء اور دانشوروں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ امریکی معاشرہ بتدریج مذہب کی طرف مائل ہو رہا ہے۔ان انتخابات میں امریکی عوام نے صدر بش کے علاوہ لگاتار دو مذہبی شخصیات کا چناؤ کیا یعنی جمی کارٹر اور ریگن۔

کارٹر کٹر عیسائی ہے اور آج بھی تبلیغی مشن پر کاربند ہے۔کبھی افغانستان جاتا ہے تو کبھی حبشہ یا سوڈان مختلف علاقوں میں جمی کارٹر کا آنا جانا لگا رہتا ہے جن میں وہ عیسائیت کی تبلیغ کا دفاع کرتا ہے اور عیسائیت پھیلانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔جمی کارٹر کا عیسائی مبلغ ہونا ہر اس شخص پر واضح ہے جو اس کی سرگرمیوں پر نظر رکھتا ہے دوسری اہم شخصیت رونالڈ ریگن کی ہے اور جیسا کہ میں نے کیتھولک فرقے کی رپورٹ سے آپ کو بتلایا کہ گیارہ سے زائد مرتبہ ریگن نے تورات کی پیشین گوئیوں پر اور ہرمجدون کی جنگ پر اپنے ایمان کا اظہار کیا۔

مذہبی کتابوں کی خریداری میں زبردست اضافہ بھی امریکی مذہبی بیداری پر ایک دلیل ہے۔1981ء کی سروے رپورٹ کے مطابق اس سال سب سے زیادہ مذہبی

کتابیں فروخت ہوئیں۔ ہمارے ہاں بھی صورتحال یہی رہی اور سب سے زیادہ دینی کتابیں فروخت ہوئیں جو ایک خوش آئند بات ہے۔ مذکورہ رپورٹ کے مطابق 1984ء فروخت ہونے والی کل کتابوں کی ایک تہائی مذہبی کتابیں تھیں ان دینی کتب کی مالیت ایک بلین ڈالر تھی جبکہ خریداروں کی تعداد تین کروڑ ستر لاکھ بتائی گئی۔ اس سے زیادہ حیران کن صورتحال ابلاغ عامہ میں دیکھنے میں آئی جہاں مذہب کے اثرات انتہائی اہم رہے ابلاغ عامہ سے ہماری مراد وہ ٹی وی اسٹیشن اور ریڈیو اسٹیشن ہیں جو چوبیس گھنٹے تورات اور تورات میں مذکورہ شخصیات کے متعلق نشریات جاری رکھتے ہیں۔ امریکہ کے مشہور ہفت روزہ شماروں، ریڈیو، ٹی وی کی انجیلی واعظوں کے لئے اسی طرح صفحات مختص کئے گئے ہیں جس طرح فلمی ستاروں کے لئے صفحات مختص ہوتے ہیں۔ ان انجیلی واعظوں کو Evangelist کہا جاتا ہے جیسے بیلی گراہم (Billy Graham) اور جیری فول ویل جن کی تصویریں آئے روز ہفت روزوں اور اخبارات کی زینت بنتی ہیں۔ ان ٹی وی واعظوں کی امریکیوں پر دھاک بیٹھی ہوئی ہے یہاں تک کہ یہ واعظ جن میں جمی سواگرٹ (Jimmy Swaggert) سب سے نمایاں ہے اپنی مقبولیت اور شہرت میں فلمی ستاروں اور کھلاڑیوں سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔ جمی سواگرٹ نے احمد دیدات کے ساتھ مشہور مناظرہ کیا تھا جس کی وجہ سے یہ شخص ہمارے ہاں بھی جانا جاتا ہے۔ جمی سواگرٹ کے بارے میں ہم آگے چل کر تفصیلی گفتگو کریں گے۔ ٹی وی واعظوں کی مقبولیت ہر شخص پر عیاں ہے جو امریکہ کے ہفت روزوں اور اخبارات سے شغف رکھتا ہے۔ 1980ء کی سروے رپورٹ کے مطابق 47 فیصد امریکیوں نے ان عیسائی بنیاد پرست پروگراموں کو دیکھا یا سنا۔ اسی رپورٹ کے مطابق امریکہ میں ہر ہفتہ کم از کم ایک ریڈیو چینل اور ہر ماہ ایک ٹی وی چینل کا افتتاح ہوتا ہے یہ پندرہ سال پہلے کی رپورٹ ہے اب صورتحال کیا ہوگی۔

امریکہ میں ایک ملک گیر جانا پہچانا ادارہ ہے جو پورے امریکہ کے سامعین اور ناظرین کے درمیان باہمی رابطے کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ یہ مشہور و معروف ادارہ ''The 700 Club'' کہلاتا ہے۔ 1944ء میں جب اس کلب کی بنیاد پڑی تو اس وقت نشریاتی اسٹیشنوں کی تعداد صرف 49 تھی لیکن 1980ء میں یہ تعداد آٹھ سو تھی اور اگلے دو سالوں میں آٹھ سو سے بڑھ کر ایک ہزار تک پہنچ گئی۔ یہ سب دینی اور مذہبی نشریات پیش کرنے والے اسٹیشن ہیں 1980ء میں جب سامعین اور ناظرین کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوا تو اس کلب نے اپنے سامعین اور ناظرین کے لئے سالانہ اجتماع کا اہتمام کیا ہر سالانہ اجتماع میں جیری فول ویل اور پاٹ (Pat Robertson) چندہ اکٹھا کرنے کی مہم چلاتے ہیں جس کی مالیت اس رقم سے بھی زائد بنتی ہے جو دونوں سیاسی پارٹیاں ڈیموکریٹک اور ری پبلکن اپنے کارکنوں کے توسط سے اکٹھا کرتی ہیں۔ ان نشریاتی اسٹیشنوں پر عیسائی بنیاد پرست تحریک کے حامیوں کا قبضہ ہے۔ یہ سب حقائق ہم نے امریکی صحافت سے جمع کئے ہیں۔

بیسویں صدی میں عیسائی بنیاد پرست تحریک امریکی سیاست میں خاصی موثر رہی اور دانشوروں نے اس نمایاں تبدیلی کا بڑی گہرائی سے مطالعہ کیا۔

جنسی امراض اور مذہبی بیداری کے درمیان ایک ربط ضروری ہے کیونکہ ان خبیث امراض کے پھیلنے سے لوگوں کو دینی تعلیمات کی افادیت کا اندازہ ہوا۔ ایک زمانہ میں جب چرچ کی سرگرمیاں محدود ہوا کرتی تھیں اور انجیلی پیروکاروں کی تعداد دس لاکھ سے زیادہ نہ تھی اس زمانہ میں چرچ کے پیش روز نا کاری سے سختی سے منع کیا کرتے تھے اور اپنی اولاد کو زنا کاری کی لعنت سے دور رکھتے۔ ان موذی امراض میں اضافہ کے ساتھ کلیساؤں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا اور کلیسا کی آواز کو پذیرائی حاصل ہوئی نیز دیگر معاشرتی امراض جیسے نشہ آور اشیاء کا استعمال، اضطراب، بے چینی، بے سکونی، نفسیاتی اور روحانی امراض کی کثرت بھی مذہبی بیداری کا باعث بنی۔ اب مذہبی پیروکاروں کی تعداد لگ بھگ آٹھ کروڑ بتلائی جاتی ہے اور بیسویں صدی میں عیسائیت ایک موثر تحریک بن کر اٹھی۔ ایک تجزیہ نگار کے نزدیک عیسائی تحریک آئندہ پانچ سو سال تک چل سکتی ہے۔ یعنی اگر مذہبی بیداری کی رفتار اسی طرح رہی تو آئندہ پانچ سو سال تک عیسائی تحریک میں کوئی کمی نہ آئے گی ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت سے پہلے اسے نیست و نابود کر دے آمین لیکن ان کے اپنے تخمینے صدیوں کے لئے ہیں۔

امریکہ میں مذہبی ٹی وی اسٹیشنوں کی نشریات میں اس قدر اضافہ ہوا کہ مکمل اعداد و شمار مہیا کرنا مشکل ہے لیکن دی سیون ہنڈرڈ کلب کی رپورٹ کے مطابق اس کے پاس ایسے نشریاتی اسٹیشنوں کی تعداد ایک ہزار ہے جو بیک وقت ٹی وی اور ریڈیو دونوں کے لئے پروگرام پیش کرتے ہیں اور ایک ہفتہ میں اوسطاً گیارہ کروڑ پچاس لاکھ امریکی یہ نشریات دیکھتے ہیں یا سنتے ہیں۔ بعض رپورٹوں کے مطابق ان میں سے 45 فیصد ٹی وی کلیسا دیکھتے ہیں۔

ٹی وی کلیسا عیسائیت کی ایجاد ہے جو مذہبی سہل پسندی کا شاخسانہ ہے جس میں اتوار کے روز چرچ جانے کی بجائے ٹی وی کا بٹن دبا کر مذہبی شوق پورا کیا جاتا ہے

۔اس حیلے سے چرچ جانے کی ضرورت باقی نہیں رہی اور یہ ضرورت اس لئے پیش آئی کہ عیسائیت میں عبادت کے لئے چرچ جانے کی شرط ہے جو آج کل عیسائیوں سے پورا ہونے سے رہی اس لئے اتوار کے روز چرچ کی رسومات ٹی وی کے ذریعہ نشر کی جاتی ہیں۔

یہاں آپ اسلام کے فطری اصولوں میں اور دیگر ادیان کی بے جانختیوں میں فرق سمجھ سکتے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ''**وجعلت لی الارض مسجدا وطھورا**'' میرے لئے پوری زمین جائے نماز اور پاک بنائی گئی ہے۔

1982ء کی سروے رپورٹ کے مطابق پانچ کروڑ بیس لاکھ امریکی اس قسم کے ٹی وی کلیساؤں کے ایک یا ایک سے زائد پروگرام ہر ماہ دیکھتے ہیں۔ 1983ء میں یہ تعداد بڑھ کر چھ کروڑ ہوگئی اور اسی سال ایڈز کا مرض پھیلا جو مذہبی بیداری کا باعث بنا۔

1985ء میں مذہبی ٹی وی اسٹیشن ڈیڑھ ہزار اور ریڈیو اسٹیشن ایک ہزار دوسو کے قریب تھے جو روزانہ 17 گھنٹے کی نشریات دیتے جبکہ ہمارے ہاں تلاوت قرآن پاک کے لئے انتہائی محدود وقت رکھا گیا ہے جبکہ امریکہ میں ایک ہزار سے زائد نشریاتی ادارے روزانہ 17 گھنٹے الحاد اور گمراہی کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ نشریاتی اسٹیشن انتہائی جدید آلات سے لیس ہیں جن میں آدھے سے زائد اسٹیشن مصنوعی سیاروں کی مدد سے دور دراز تک اپنی نشریات پہنچاتے ہیں۔ یہ 1985ء کی صورتحال ہے ہوسکتا ہے اب تمام اسٹیشن مصنوعی سیارے استعمال کرتے ہوں اور پوری دنیا تک اپنی نشریات پہنچاتے ہوں۔

ان میں سے چند اہمیت کے حامل اسٹیشنوں کا ذکر کرنا چاہوں گا جو ہمارے چند بھائیوں نے خود دیکھ کر بتلائے ہیں اور میں امریکہ میں رہنے والوں سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ ہمیں ان کی موجودہ سرگرمیوں سے مطلع کریں خصوصاً امن کانفرنس کے بعد کی صورتحال سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔

ان نشریاتی اداروں میں سے دس اسٹیشن چرچ کا درجہ رکھتے ہیں ان میں سے سب سے مشہور ''The 700 Club'' ہے جسے مشہور پادری پاٹ رابرٹسن چلاتا ہے اسے CBN کہتے ہیں یعنی کرسچین براڈ کاسٹنگ نیٹ ورک۔ دوسرا بڑا نشریاتی ادارہ جمی سواگرٹ کی ملکیت ہے۔ ایک پروگرام Hour of Power رابرٹ شلر چلاتا ہے۔ اس کے بعد جیری فول ویل کا ٹی وی اسٹیشن ہے' اورل رابرٹ کا ٹی وی اسٹیشن ہے' بیلی گراہم نے تین ٹی وی پروگرام شروع کیے جن کے نام بتدریج Burbank' World Wide Picture اور Calif ہیں اور ان کے باقی ماندہ ٹی وی اسٹیشن آتے ہیں جمی سواگرٹ نے اپنے عقیدہ کا آظہار کرتے ہوئے امریکہ اسرائیل کے ساتھ جنم جنم سے ان دیکھے بندھن کے ساتھ وابستہ ہے اس وابستگی کی تاریخ خود امریکہ کے اپنے وجود سے بھی پہلے پڑ چکی تھی اسی طرح میرا ایمان ہے کہ عیسائی صہیونی فکر (Messianic Jewish) کی جڑیں حضرت ابراہیم تک اور اس کے ساتھ عہد ربانی تک پہنچتی ہیں۔''

جمی سواگرٹ امریکہ میں سب سے بڑے ٹی وی اسٹیشن کا مالک وسیع نشریاتی نیٹ ورک اور صحافت اس کے علاوہ ہے اور وہ ان خیالات کا برملا اظہار کرتا ہے۔

وہ مزید کہتا ہے ''میرا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ابراہیمی عہد کا اطلاق اسرائیل کے علاوہ امریکہ پر بھی ہوتا ہے کیونکہ خداوند اب بھی پکار رہا ہے جو اسرائیل پر برکت بھیجیں میں ان پر برکت بھیجوں گا اور تجھ پر لعنت کرے اس پر میں لعنت کروں اور خداوند کی رحمت کی بدولت آج امریکہ مضبوط ہے اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس کی وجہ امریکہ کا اسرائیل سے تعاون کرنا ہے اور میری خداوند سے دعا ہے کہ یہ تعاون جاری رہے۔

یہ جمی سواگرٹ کا عقیدہ ہے ایک اور امریکی نے اس سے بھی زیادہ کھلے لفظوں میں کہا کہ امریکہ پوری دنیا میں اس دعا کی وجہ سے مجبوط سمجھا جاتا ہے جو تورات میں مذکور ہے جو تجھے مبارک کہیں (یعنی اسرائیل کو) ان کو میں برکت دوں گا اور جو تجھ پر لعنت کریں اس پر لعنت کروں گا' چونکہ امریکہ اسرائیل کی پشت پناہی کرتا ہے اس لئے وہ مبارک اور نیک بخت ہے۔

ان باتوں کے بعد اب ہم امریکہ میں بنیاد پرست قائدین کا ذکر ذرا تفصیل سے کرتے ہیں کہ یہ کون لوگ ہیں۔ اور ان کی کیا سرگرمیاں ہیں یہ بنیاد پرست ہر قسم کے وسائل سے بہرہ ور ہیں اور انہیں ہر طرح کا سیاسی و اخلاقی تحفظ میسر ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے مسلمانوں کو بنیاد پرستی کا طعنہ سننا پڑتا ہے جو پہلے سے ہی تہی دست ہیں اور ہر روز طعن و تشنیع کا سامنا کرتے ہیں اخبارات ٹی وی اور بہت سارے لوگ الگ سے ان کے خلاف آگ اگلتے رہتے ہیں مگر امریکہ میں بنیاد پرستوں کے لئے بالکل برعکس صورت ہے میں آپ کے سامنے چند بنیاد پرست افراد کی مثالیں اور ان کا کام بیان کرتا ہوں پھر آپ خود فیصلہ کرلیں کہ امریکہ میں ان افراد کی کس طرح سرپرستی کی جاتی ہے اور ہمارے ہاں راسخ العقیدہ مسلمان کی کس قدر عیب جوئی کی جاتی ہے۔

ان افراد میں سب سے زیادہ مشہور اور بااثر جیری فول ویل ہے جو امریکہ میں ایک تنظیم کی بانی بھی ہے جیری فول ویل کا عقیدہ اس کی اپنی زبانی سنیں ''درحقیقت اسرائیل کے لئے امریکی امداد اسرائیل کے لئے نہیں بلکہ یہ امریکہ کے اپنے اور صرف اپنے مفاد میں ہے''۔

یہ آدمی شروع میں ایک نظریہ لے کر اٹھا کہ امریکہ کو عیسائی اسٹیٹ ہونا چاہئے مگر جب اس کے ساتھ خاطر کواہ لوگ مل گئے تو اس نے اپنی تحریک کو ایک نیا نعرہ دیا کہ ''امریکہ بلاشبہ ایک عیسائی یہودی اسٹیٹ ہے''

جیری فول ویل نے کہا ''اسرائیل کے خلاف کوئی کاروائی کرنا دراصل خداوند کے خلاف کاروائی کرنا ہے''۔

وہ اپنی تقاریر میں عہد ابراہیمی کا پرچار کرتا رہتا ہے کہ ''عنقریب میں اسرائیل پر برکت دینے والوں پر برکت دوں گا اور اس پر لعنت بھیجنے والوں پر لعنت''۔

اس نے اپنی تقریر میں کہا ''مندرجہ بالا وجوہات کی بنا پر امریکہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسرائیل کو مالی وعسکری امداد بہم پہنچانے میں کسی قسم کا تردد نہ کرے'' 1948ء میں قیام اسرائیل پر اس نے اس واقعہ کو تورات کی پیشین گوئی کے مصداق ٹھہراتے ہوئے کہا کہ ''یہ خداوند کی قوم کے ساتھ عہد وفا نبھاتے ہوئے خدا کی برکت دینے کی دلیل ہے''۔

جیری فول ویل نے ایک یونیورسٹی بھی قائم کر رکھی ہے جس میں بقول اس کے 2000ء تک طالب علم پڑھ رہے ہوں گے اس یونیورسٹی کا نام اس کی تنظیم کے نام پر Liberty University رکھا گیا ہے۔ پچاس ہزار طالب علموں کو یہودی طرز پر لاہوت کی تعلیم دی جائے گی۔

مذکورہ یونیورسٹی میں غیر ملکی طالب علموں کے لئے خاطر خواہ وظائف کا بھی بندوبست ہے اور ان وظائف میں توسیع کے علاوہ یونیورسٹی میں پچاس ہزار طالب علموں کی پڑھائی کا بھی انتظام میسر کیا جائے گا۔

جیری فول ویل نے بارہا اپنے نشریاتی پروگراموں میں اس بات پر زور دیا کہ اسرائیل کیلئے موجودہ جغرافیائی حدود نا کافی ہیں خواہ ان میں مغربی کنارہ، جولان کی پہاڑیاں اور غزہ کی پٹی کو ہی کیوں نہ شامل سمجھا جائے اس کے خیال میں اسرائیل کی حدیں دریائے فرات سے نیل تک ہونی چاہئیں۔ 1982ء میں جب اسرائیل نے لبنان پر حملہ کیا اور بیروت پر اپنا قبضہ جمایا تو اس موقع پر جیری فول ویل نے کہا ''تورات کی کتاب پیدائش میں اسرائیل کی حدود نیل سے فرات تک ہیں اور یہی ارض موعود ہے'' وہ ارض موعود میں عراق، شام، ترکی، سعودی عرب، مصر، پورا لبنان، اردن اور کویت کو شامل سمجھتا ہے اس دلیل پر کہ یہ علاقے کنعانیوں کے ہیں ''اور میں تجھ کو اور تیرے بعد نسل کو کنعان کا سارا ملک......ایسا دوں گا کہ وہ دائمی ملکیت ہو جائے''[(۱)]

قطر میں اپنے نشریاتی نیٹ ورک سے عربوں کو درشت لہجے میں مخاطب کرتے ہوئے اس نے عربوں کو کہا ''عربوں کیلئے ہمارے پاس کوئی جگہ نہیں اور نہ ان سے خوشگوار تعلقات ہو سکتے ہیں کیونکہ عرب امریکی معاشرے کی اقدار کو مانتے ہیں اور نہ ہی اس کا معاشی نظام پسند کرتے ہیں نیز وہ اسرائیل کو تسلیم کرنے سے بھی انکاری ہیں''۔

عیسائی عقیدے کی رو سے سات اقوام لعنتی ہیں جن میں ایک قوم عرب ہیں۔

جیری فول ویل صدر بش کا چہیتا ہے جس کا اعتراف وہ کئی بار کر چکا ہے صدر بش کا وہ جملہ یاد کریں جس میں اس نے کہا ''جیری فول ویل جیسی شخصیات کی موجودگی میں یہودیوں کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا''۔

دوسری بنیاد پرست شخصیت پاٹ رابرٹسن کی ہے جو ٹی وی واعظ بھی ہے اور پورے امریکہ میں ٹی وی دیکھنے والے شائقین کے ہاں مقبول ہے۔ اپنے ٹی وی نیٹ ورک سے بذریعہ مصنوعی سیارہ ساٹھ سے زائد ممالک تک نشریات بھیجتا ہے اس کے ساتھ ٹیلی فون رابطے کی مفت سہولت موجود ہے اور بقول اس کے سالانہ چالیس لاکھ کالوں کے ذریعے لوگ اس سے دینی مسائل کے سلسلے میں فتوے پوچھتے ہیں۔ پارٹ رابرٹسن نے صدارتی الیکشن میں صدر بش کے مقابل اپنے کاغذات نامزدگی بھی جمع کرائے تھے جو بعد ازاں واپس لے لئے لیکن اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کس قدر اثر ونفوذ رکھتا ہے اور امریکی معاشرے میں ایک بنیاد پرست متشدد عیسائی کے صدارتی الیکشن لڑنے کا امکان ہو سکتا ہے لیکن سیاست صرف راسخ العقیدہ مسلمان پر حرام ہے جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں۔

---

(۱): پیدائش باب ۱۷ آیت ۷-۸۔

CBN نشریاتی نیٹ ورک پاٹ رابرٹسن کی ملکیت ہے جسکی چوبیس گھنٹے نشریات جاری رہتی ہیں اور ان میں بیشتر مذہبی پروگرام ہوتے ہیں۔اسی پائے کا دوسرا نشریاتی نیٹ ورک دی سیون ہنڈرڈ کلب ہے جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔پاٹ رابرٹسن نے ایک یونیورسٹی بھی قائم کر رکھی ہے جس کا نشریاتی ادارہ کے نام پر CBN ہے۔

نیویارک ٹائم نے اس کی جانب لکھا کہ پارٹ رابرٹسن کے نزدیک دنیا فنا ہونے میں چند روز باقی ہیں اور موجودہ صدی کے آخر میں 2000ء تک نزول مسیح ہوگا۔اسرائیل کی عرب، روس اور غیر عیسائیوں سے شدید جنگ ہوگی ہوگی زلزلے آئیں گے اور آتش فشاں پھٹیں گے اور اس وقت یسوع مسیح کا نزول ثانی ہوگا اور ان واقعات کے وقوع پذیر ہونے کی پہلی نشانی قیام اسرائیل ہے اور باقی نشانیاں بھی عنقریب پوری ہونے کو ہیں کیونکہ یہ تورات کی پیشین گوئیاں ہیں۔۔اپنے نشریاتی پروگراموں میں عرب اسرائیل دشمنی کو ہوا دیتا ہے عربوں کو اعداء (خدا کے دشمن) کہتا ہے فلسطینیوں کے ساتھ کسی قسم کے انصاف کی ضرورت نہیں سمجھتا کیونکہ اسرائیل کا قیام خداوند مسیح کی منشا ہے اور تورات کی نص کے مطابق ہے''اسرائیل اس بات سے آزاد ہے کہ کوئی اسے تسلیم کرے یا نہ کرے جب خدا کی مشیت یہی ہے تو پھر اسے کون ٹال سکتا ہے''۔

مزید برآں یہ کہ جنوبی لبنان پر اسرائیل کے قبضے کے دوران اس نے وہاں اپنا ٹی وی اسٹیشن قائم کیا جس کا نام ''امید کی کرن'' رکھا یہ پروگرام شام، عراق، ترکی، مصر اور سعودی عرب کے شمالی علاقوں تک دیکھا جا سکتا ہے۔ٹی وی اسٹیشن کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے اس نے کہا کہ'' قرآن اور اسلامی تعلیمات روح انسانی کے عمیق تقاضے پورے کرنے سے عاجز ہیں مسلمان فرقہ بازی کا شکار ہیں نیز اسلام میں عقیدہ کی کئی تقسیمات ہیں (مراد ہے شیعہ سنی کے اختلافات) اشتراکیت کے دن گنے جا چکے ہیں (اسلام اور اشتراکیت دونوں زوال پذیر ہیں) جبکہ عیسائیت کا ستارہ عروج پر ہے اور اسی کی طرف ہم بلاتے ہیں اگرچہ مسلمانوں پر ناامیدی چھائی ہے مگر ان کے لئے انجیل کا پیغام قبول کرنے کا دروازہ کھلا ہے۔ہمارے اس نشریاتی پروگرام کا مقصد بھی انجیل کے پیغام کو عام کرنا ہے''اس کے خیال میں مسلمان اس دعوت پر لبیک کہیں گے۔معاذ اللہ

اپنے ایک نشریاتی پروگرام میں پاٹ رابرٹسن نے کہا'' جون 1967ء کی جنگ میں اسرائیل کی قدس پر کامیابی غیر یہودی اقوام کے زوال کی علامت ہے اور غیر یہودی اقوام کا زوال ہمارے ایمان کا حصہ ہے کیونکہ نزول مسیح سے غیر یہودی اقوام کا خاتمہ ہو جائے گا اور میرے نشریاتی پروگرام اس الٰہی حمایت کا جزو ہیں جو خداوند نے اسرائیل کے ساتھ خاص کر رکھی ہے''۔

مطلب ہے کہ نزول مسیح کے ساتھ عربوں کے خاتمے میں یہ ٹی وی پروگرام معاون ہوں گے جن کا افتتاح اس نے خداوند کے حکم سے کیا ہے کیونکہ تورات کی رو سے یہ نزول مسیح کا زمانہ ہے صدر بش کے ساتھ رابرٹسن کے گہرے روابط کی اور دلیل سوڈان کا وہ سرکاری دورہ ہے جو انہوں نے 1985ء میں کیا اور رابرٹسن ان کے ہمراہ تھا دونوں ممالک نے ایک اتفاقیے کو منظور کیا جس کی رو سے فلاشا میں مقیم یہودیوں کو اسرائیل میں قیام کرنے کا حق مل گیا اور فلاشا کے یہودی پناہ گزینوں کو سوڈان سے اسرائیل پہچانے کیلئے جنوبی لبنان اور امریکہ سے ہوائی پروازوں کا انتظام رابرٹسن نے کیا۔یاد رہے کہ رابرٹسن کٹر عیسائی ہے یہودی نہیں۔

تیسری اہم شخصیت جارج اوٹس (George Otis) ہے جسے میں وقت کی کمی کے پیش نظر اختصار سے بیان کروں گا۔جارج اوٹس ایک تنظیم کا قائد ہے جو تورات کی حرفیت پر ایمان رکھتی ہے اور تورات کو خدائی نوشتہ مانتی ہے جس کے نتیجہ میں یہ تنظیم اسرائیل کے قیام کو مسیح کی آمد ثانی کا پیش خیمہ سمجھتی ہے اور اسرائیل سے ہر قسم کا تعاون کرتی ہے جارج اوٹس نے اپنی ایک تقریر میں کہا'' ہم اسرائیل میں بحالی امن کے لئے مصروف کار ہیں لیکن ہم اس بات پر بھی پورا ایمان رکھتے ہیں کہ پوری ارض مقدس......ملاحظہ فرمائیں......پوری ارض مقدس یہودیوں کی ایسی میراث ہے جو نا قابل انتقال ہے اور نہ غیر یہودیوں کیلئے قابل استعمال''۔

یہ جملہ توراتی من گھڑت آیت کا چربہ ہے نا قابل انتقال و نا قابل استعمال'' ازلی ملکیت''۔

تورات میں مذکورہ جھوٹے عہد پر ان کا پختہ ایمان ہے اور قرآن میں جس عہد کا ذکر مسلمانوں کے حق میں ہوا ہے ظاہر ہے ان کافروں کا اس پر ایمان تو ہونے سے رہا۔

رابرٹسن نے اسرائیل کے حق میں کہا'' اسرائیل کا از سر نو قیام تورات کی پیشین گوئی کے مطابق عہد وفا ہے اور نزول مسیح کا پیام ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ یہودی اب

بھی خدا کی چنی ہوئی قوم ہے خواہ وہ کہیں بھی ہوں اور جو اسرائیل کو مبارک کہیں ان کو میں برکت دوں گا اور جو اسرائیل پر لعنت کرے اس لعنت کروں گا''۔

یہ جارج اوٹس کا عقیدہ ہے جس نے اپنا ٹی وی اسٹیشن رابرٹسن کے ہاتھ فروخت کیا۔

ایک اور شخصیت کا مختصر تعارف کراتا چلوں جو صدر بش کے گہرے دوستوں میں سے ایک ہے۔ان کا نام مائیک ایونس (Mike Evens) ہے۔بعض کتابوں میں اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ پہلے یہودی تھا جس نے عیسائیت قبول کر لی بعض کتابوں میں اس کی والدہ کو یہودی بتایا گیا ہے۔جو بھی صورت رہی ہو ہمارے لئے اس کا یہ بیان اہمیت رکھتا ہے جس میں اس نے کہا''امریکہ کی بقا کے لئے اسرائیل کا ہونا ضروری ہے لیکن خود اسرائیل کی بقا امریکہ کے ہونے یا نہ ہونے کی محتاج نہیں ۔ایک گھنٹے کے دورانیئے کا یہ پروگرام پچاس سے زائد امریکی ریاستوں میں دیکھا جاتا ہے۔۔اس نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ مغربی کنارے سے اسرائیل کا انخلاء پہلے اس کی اور پھر امریکہ کی فوراً تباہی لائے گا''اس اجمال کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اس نے کہا''اسرائیل کا مغربی کنارے سے دست بردار ہونا اور اس علاقے کا فلسطینیوں کو لوٹانا بلاشبہ تورات میں مذکورہ خدائی وعدے کی تکذیب کے مترادف ہوگا جس سے نہ صرف اسرائیل کی ہلاکت ہوگی بلکہ امریکہ پر بھی خدا کا قہر نازل ہوگا اگر کتاب مقدس کے کسی حکم کی اہانت کی گئی یا اسرائیل نے اس کے برخلاف کوئی قدام اٹھایا تو وہ تباہ و برباد ہو جائے گا تورات تو اسرائیل کی حمایت میں ہے''۔

ایونس نے امریکی عوام سے پرزور مطالبہ کرتے ہوئے کہا''ان کو ریاستہائے متحدہ امریکہ کے دیرینہ دوست کی تائید میں مزید آگے بڑھنا چاہئے اور انہیں میرے نشریاتی پروگرام''برکت اسرائیل'' کی بھی تائید کرنی چاہئے کیونکہ استحکام اسرائیل کیلئے خدائے برتر نے مجھے اس پروگرام کے آغاز کرنے کا صریح حکم دیا ہے''یعنی جارج اوٹس کے نشریاتی پروگرام خدا کی طرف سے اس پر الہام ہوئے ہیں جن کا مقصد لوگوں کو بشارت دینا ہے کہ خدا کی برگزیدہ قوم نے اپنی زمین سنبھال لی ہے''۔

یہ پروگرام لاکھوں امریکیوں کے علاوہ لاطینی امریکہ کے عوام بھی خوب شوق سے دیکھتے ہیں۔اس نے اپنے ایک پروگرام میں کہا کہ''عیسائی ہرگز وہ غلطی دھرانے والے نہیں جو آج سے 45 سال پہلے جرمنی سے سرزد ہوئی جب جرمنی نے خدا کی برگزیدہ قوم پر ظلم و جبر کیا''یعنی اب یہودیوں پر کوئی ظلم کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔

مائیک ایونس پروپیگنڈے کا ماہر ہے اور اس کی اہمیت سے پوری طرح آگاہ ہے اور اس پر کاربند ہے اور امریکی عوام کے جذبات سے کھیلنا جانتا ہے۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ کے دارالحکومت کو ریاست واشنگٹن سے فرق رکھنے کے لئے واشنگٹن ڈی سی کہا جاتا ہے۔اس فرق کو ہر امریکی جانتا ہے جارج اوٹس امریکی عوام کے جذبات اسرائیل کے حق میں کرنے کے لئے اسرائیل کے دارالحکومت کو یروشلم ڈی سی کہتا ہے اور اپنے بیانات اسی نام سے صادر کرتا ہے لیکن اس مخفف سے مراد وہ نہیں جو امریکی عوام سمجھتے ہیں یعنی کولمبیا ڈسٹرکٹ'ایونس اس سے شہر داؤد (David City) یا داؤد کا دارالحکومت مراد لیتا ہے۔امریکی صدر کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے اپنے ایک مراسلہ میں لکھا۔

''بنام صدر امریکہ و وزیراعظم اسرائیل از قدس ڈی سی پایہ تخت داؤد''اس مراسلہ کے آخر میں موصوف کے دستخط ہیں مراسلہ کے بعض جملہ ملاحظہ کریں۔''ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قدس کا معاملہ خدا قادر مطلق کی سپردگی میں ہے۔تمہیں جاننا چاہئے کہ خدا کا کلام مذاکرات کرنے کے لئے نہیں ہوا کرتا نہ اس میں کسی قسم کی بحث کی گنجائش ہوا کرتی ہے۔تمام آسمانی کتابیں قدس کو اسرائیل کا روحانی مرکز اور یہودیوں کے مسیح کا مہبط سمجھتی ہیں''۔

آپ کے خیال میں مسیح یہود کون ہوگا؟ یہودیوں کا مسیح دجال ہے یہ بات امام ابن تیمیہ ؒ نے بھی اپنی کتابوں میں تفصیلاً بیان کیا ہے ۔یہودی جس مسیح کے انتظار میں ہیں وہ دراصل دجال ہے۔اور اس پر بے شمار دلائل موجود ہیں جو ہم طوالت کی وجہ سے بیان نہیں کر سکتے فتنہ دجال کے لئے ایک مکمل نشست درکار ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع کا حق ادا کرنے کے لئے کئی دروس درکار ہوں گے۔یہ موضوع بھی اس لئے اہم ہے کہ آج کل اس پر بہت کچھ لکھا جا رہا ہے دوسری طرف عیسائی بھی 2000ء کی ابتداء میں دجال کی آمد کے منتظر ہیں۔مسلمانوں کو چاہئے کہ فتنہ دجال سے آگاہی حاصل کریں اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی بابت درست عقیدہ رکھیں۔مائیک ایونس نے اپنے مراسلہ میں لکھا کہ ہم اسرائیل کے عوام کے لئے دعا کی رسم کا مستقل اہتمام کرتے ہیں کیونکہ یہود مسیح کا ظہور ہونے کو ہے یہی وجہ ہے کہ ہم یہودیوں کی آزادی اور امن کے لئے ان کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔ہم خدا کے کلام پر ایمان رکھتے ہیں جس میں وہ فرماتا ہے''جو اسرائیل کو مبارک کہیں ان کو میں برکت دوں گا اور جو اسرائیل پر لعنت کرے اس پر لعنت کروں گا''۔ہم امریکی حکومت سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اسرائیل کی حمایت میں اپنا بھرپور کردار ادا کرے کیونکہ خدا کا کلام قدس کو اسرائیل کے حق میں تسلیم کرتا ہے اور ہم پر کلام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے بعدازاں مائیک ایونس نے اس مراسلہ کو امریکی عوام سے

دستخط لینے کے لئے تقسیم کیا اور بقول اس کے مراسلہ کی تائید میں دس لاکھ امریکیوں نے اس پر دستخط کئے اور تصدیقی دستخطوں کے ساتھ اس نے یہ مراسلہ امریکی صدر اور اسرائیلی وزیر اعظم کو ارسال کیا۔ اگر ایونس کی بتلائی گئی تعداد درست بھی نہ ہو اور کم از کم ایک لاکھ افراد نے دستخط کئے ہوں تو پھر بھی یہ تشویش کی بات ہے کہ ایک لاکھ امریکی یہود مسیح کے ظہور پر ایمان رکھتے ہیں" اور فلسطینی علاقوں کے ایک بالشت ٹکڑے پر مذاکرات کی گنجائش ہے اور نہ بحث کی کیونکہ اس قسم کا تصرف نہ امریکی صدر کے ہاتھ میں ہے اور نہ اسرائیلی وزیر اعظم ہی کسی جگہ سے دست برداری کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ قدس کا معاملہ بلا واسطہ خداوند کی سپردگی میں ہے"۔

اسرائیل نواز عیسائی تنظیم

اسی طرز کی ایک اور عیسائی بنیاد پرست تنظیم کے متعلق بھی سن لیجئے جو بیک وقت مذہبی اور سیاسی دونوں فرائض انجام دیتی ہے۔ یہ تنظیم تورات کے غیر محرف ہونے پر ایمان رکھتی ہے اور اس کا صدر مقام یروشلم میں ہے۔ یہ تنظیم عہد ابراہیمی کو یہودیوں کے حق میں سمجھتی ہے اور اس کی شاخیں پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ تنظیم کے سربراہ نے کہا ''ہم اسرائیلیوں سے بڑھ کر صہیونی ہیں، تمام شہروں میں مبارک قدس کا شہر ہے اور خداوند کی مرضی سے ارض مقدس اسرائیل کے پاس ہے'' اس تنظیم کے اعتقاد میں نزول مسیح کیلئے قیام ضروری ہے۔ یہ تنظیم نہ صرف اسرائیل کی بقا کے لئے کوشاں ہے بلکہ اسرائیل کے توسیعی عزائم میں بھی معاون ہے ان کا کہنا ہے کہ خدا نے خود مغربی کنارہ اور غزہ کی پٹی اسرائیل کو دی ہے اس لئے یہ علاقے اسرائیل کا جائز اور قانونی حق ہیں۔ اس عالمی اہمیت کی تنظیم کا سات نکاتی منشور ہے اور منشور کا آخری نکتہ یہودیوں کو عیسائی بنانے کے متعلق ہے جسے بعد میں یہودیوں کی کوششوں اور چالاکی سے حذف کر دیا گیا۔ مت بھولئے کہ یہ کٹر عیسائی تنظیم ہے جو فلسطین میں نزول مسیح پر ایمان رکھتی ہے جب تمام یہودی عیسائی مذہب اختیار کرلیں گے۔ پہلا مرحلہ یہودیوں کی آبادکاری کا ہے اور اگلے مرحلے میں مسیح کا ظہور ہوگا اس تنظیم کے باقی ماندہ چھ نکات مندرجہ ذیل ہیں:

☆ یہودیوں کی فلاح اور ان کے وطن اسرائیل کے قیام کے لئے حد درجہ اہتمام کرنا۔

☆ یروشلم اور اسرائیل کے حق میں دعا کرنے کے لئے عیسائیوں کو راغب کرنا اور اس بات کو عام کرنا۔

☆ عیسائیوں کو یہودیوں کے حالات سے باخبر رکھنے کا انتظام کرنا۔

☆ عیسائی قیادت، کلیسا اور دینی تنظیموں سے مطالبہ کرنا کہ وہ اپنے اپنے ملک میں اسرائیل اور اس کے عوام کی مصلحیت کے لئے بھرپور کام کریں اور اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتے ہوئے دوسرے ممالک کو بھی اس بات پر آمادہ کریں۔

☆ اسرائیل میں مقیم یہودیوں تک ضروریات زندگی وافر مقدار میں پہنچانا اور آسائشیں فراہم کرنا۔

☆ یہود و عرب وفاق پیدا کرنے کے لئے اپنا اثر ورسوخ استعمال کرنا۔

یعنی دوازلی دشمنوں کا وفاق بنالیا جائے جسے صلح کا نام دیا جائے گا کیونکہ اس سے یہودیوں کی امیدیں بر آتی ہیں جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

اس تنظیم کے چند اہم کارناموں میں سے ایک کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ 1897ء میں سوئزرلینڈ کے شہر باسل (Basel) میں پہلی صہیونی کانفرنس تو سب کو یاد ہوگی جس میں تھیوڈور ہرٹزل بھی شریک ہوا تھا۔ اسی مناسبت سے اس تنظیم کا بھی پہلا اجلاس اسی شہر میں ہوا اور یہ محض اتفاق نہ تھا بلکہ پوری سوچ بچار کے بعد اس شہر کا انتخاب کیا گیا تھا۔ اس کانفرنس کا انعقاد 1985ء میں ہوا اور شرکاء یہودیت کے لئے نہیں بلکہ عیسائی یہودی بنیاد پرستی (Jewish Christian) کے لئے جمع ہوئے۔ کانفرنس کے اعلامیہ پر غور فرمائیں ''ہم جو مختلف ممالک اور کلیساؤں کی نمائندگی کرتے ہیں آج ٹھیک اسی مقام پر جمع ہوئے ہیں جہاں آج سے 88 سال قبل تھیوڈور ہرٹزل پہلی صہیونی کانفرنس کے افتتاح لئے تشریف لائے اور قیام اسرائیل کی پہلی اینٹ نصب کر گئے۔ ہم بھی آج مل کر خداوند کو راضی کرنے کے لئے دعا کرتے ہیں اور اسرائیل کے ساتھ اسرائیل کے ملک کے ساتھ، اسرائیل کے عقائد کے ساتھ اور مملکت اسرائیل کے ساتھ اپنے باہمی رابطے کی ابتداء کا اعلان کرتے ہیں۔ آج کا دن ہمیں سخت جانفشانی کے بعد دیکھنا نصیب ہوا ہے اور یاد رکھیں کہ جن کینہ پرور قوتوں نے یہودیوں پر ظلم ڈھایا وہ پہلے کی طرح آج بھی موجود ہیں یہ وہ قوتیں ہیں جو تباہی لانا چاہتی ہیں۔''

یہودیت سے کینہ اور ان کی تباہی کی خواہاں قوتوں سے ظاہر ہے ہم مسلمان مراد ہیں۔ ''اور ہم عیسائی بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ظلم وجور کی وہ سیاہ راتیں جو یہودیوں نے کاٹیں ان دنوں میں کلیسا نے بھی یہودیوں سے کچھ اچھا برتاؤ نہیں کیا تھا، یہودیوں پر ظلم وستم کے چار عشرے پورے ہونے پر آج ہم یورپ میں اس لئے جمع ہوئے ہیں تاکہ اسرائیل کو اپنی حمایت کا یقین دلائیں اور قیام اسرائیل کی جو تجویز اس شہر باسل میں پہلی مرتبہ پیش کی گئی تھی اس پر عمل پیرا ہونے کا عزم کریں اور ہم آگاہ کئے دیتے ہیں کہ آئندہ کسی قوت کیلئے یہودیوں پر ظلم کرنا ممکن نہیں رہا۔ ہم اسرائیل اور اس کے باسیوں کو ان کامیابیوں پر خراج عقیدت پیش کرتے ہیں جو

انہوں نے انتہائی قلیل مدت یعنی صرف چار عشروں میں حاصل کیں ہماری شدید خواہش ہے کہ آپ آبرومند ہوں اپنے آپ کو مصائب و آفات سے بچانے کے لئے خدائی ضابطے کو پیش نظر رکھیں آپ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہر طرح کی جستجو کریں اور خدا کا شکر کریں جس نے کتاب مقدس کے مصداق آپ کو دربدری سے جائے قرار میں لا بسایا اور آخر میں ہم دنیا بھر کے یہودیوں سے اسرائیل کی طرف ہجرت کرنے کی اپیل کرتے ہیں اور تمام مسیحی برادری سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے یہودی بھائیوں کی حوصلہ افزائی اور مدد کریں اور اس خیر عظیم کی طرف لپکیں جو خداوند کی جانب سے ہے'' مذکورہ کانفرنس کے تمام شرکاء عیسائی تھے آخر میں کانفرنس کے شرکا نے ایک قرارداد پاس کی جس کے چیدہ چیدہ نکات میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں قرارداد کے مندرجات عیسائی مذہب سے کوئی نسبت نہیں رکھتے

① روس کے ساتھ مغربی تعلقات میں اس وقت تک کوئی نرمی نہ لائی جائے جب تک وہ اپنے ملک میں بسنے والے یہودیوں کی اسرائیل کی جانب ہجرت کرنے میں رکاوٹیں ڈالنے سے باز نہیں آجاتا۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ یورپ اس قرارداد پر پوری طرح عمل پیرا رہا۔

② اسرائیل اور اس کے نمائندگان کی عالمی کانفرنسوں اور عالمی اداروں میں شمولیت کو یقینی بنایا جائے اور یورپ و امریکہ سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ ایسی کسی کانفرنس میں شمولیت نہ کریں جس میں اسرائیل مدعو نہ ہو۔

اس قرارداد سے ایک احتمال کا سدباب کرنا مقصود ہے اور وہ یہ کہ عرب ممالک کبھی کسی مشرق وسطیٰ کانفرنس میں اپنی عدم شمولیت کی دھمکی نہ دے سکیں کیونکہ عرب ممالک مشرق وسطیٰ میں اپنی کثرت کی وجہ سے ایسا کر سکتے تھے اور ایسی صورت میں مشرق وسطیٰ سے متعلق کوئی کانفرنس بھی منعقد نہ ہو سکتی لیکن اس قرارداد کی منظوری سے ان کے لئے اب یہ ممکن نہیں رہا کہ وہ اسرائیل کی شمولیت پر اعتراض کر سکیں کیونکہ ایسی صورت میں امریکہ اور یورپ بھی کانفرنس کا بائیکاٹ کر دیں گے۔

③ تمام ممالک اسرائیل کو تسلیم کریں اور اس سے ہر سطح پر سفارتی تعلقات قائم کریں خصوصاً حکومت ویٹیکن کو اس جانب اپنا حقیقی کردار نہ بھولنا چاہئے۔

کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ حکومت ویٹیکن کا ذکر خاص طور پر کیوں کیا گیا ہے؟ ویٹیکن کیتھولک کی نمائندہ حکومت اور بشپ اعظم کا پایہ تخت ہے۔ اگر وقت ہوتا تو میں قرارداد کے اس نکتے پر تفصیلاً عرض کرتا۔ ویٹیکن کیتھولک مذہب کی نمائندہ حکومت ہے یہ فرقہ پروٹسٹنٹ فرقہ کے برخلاف تورات پر پختہ ایمان نہیں رکھتا اگر مسلمان اس پہلو کو سمجھ لیں اور کمر باندھ کر اٹھ کھڑے ہوں جو کہ میری شدید خواہش ہے تو دو ایسے عناصر ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر وہ عیسائی بنیاد پرستوں کے خلاف موثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ پہلا عنصر کیتھولک فرقہ ہے اور دوسرا ان عنصران یہودیوں پر مشتمل ہے جو اسرائیل نواز یہودیوں کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ امریکہ کے کم از کم تیس ہزار یہودی اسرائیل کو نہیں مانتے جن میں دانشور ادبا اور مفکرین شامل ہیں اور اسرائیل پر طعن و تشنیع کرتے رہتے ہیں مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم میں سے نہ تو کوئی انہیں جانتا ہے اور نہ ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

④ کانفرنس یہودا اور سامرہ کے علاقوں پر اسرائیل کا جائز اور قانونی حق تسلیم کرتی ہے نیز ان علاقوں پر مذکرات کی کوئی گنجائش نہیں۔

⑤ ہم تمام ممالک سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ قدس کو اسرائیل کا جائز و قانونی دارالحکومت تسلیم کریں کیونکہ اسرائیل کا دارالحکومت صرف یروشلم (قدس) ہے دوسرا کوئی نہیں لہٰذا تمام سفارت کاروں کو تل ابیب سے یروشلم لایا جائے۔

⑥ اسرائیل کے دوست ممالک ایسے ہر ملک کو اسلحہ کی فراہمی روک دیں جو اسرائیل کے خلاف جنگی اقدام کی صلاحیت رکھتا ہو خواہ وہ مصر ہی کیوں نہ ہو (مصر کیمپ ڈیوڈ معاہدے کا ایک فریق ہے اور اسرائیل کو تسلیم کرتا ہے)

⑦ تمام ممالک تنظیم آزادی فلسطین کا بائیکاٹ کریں ......عیسائی یاسر عرفات تک کی تنظیم کو اسلامی تنظیم کہتے ہیں جس سے وہ بت پرستوں کی تنظیم مراد لیتے ہیں......اور اسے تشدد پسند تنظیم قرار دیا جائے' ہمارا یہ مطالبہ تورات کی اس آیت کے مصداق ہے جس میں خدا نے فرمایا ''جو اسرائیل کو مبارک کہیں ان کو میں برکت دوں گا اور جو اسرائیل پر لعنت کرے اس پر میں لعنت کروں گا''۔

⑧ یہودیوں سے عداوت کو پوری سامی نسل کے خلاف عداوت پر محمول کیا جائے۔

⑨ نام نہاد عیسائی معاشرے نے تہذیب کی آڑ میں یہودیوں کے ساتھ جس ظلم و ستم کا ارتکاب کیا تھا خصوصاً دوسری جنگ عظیم میں یہودیوں کی جو خونریزی کی گئی

تھی اس کا اعتراف کیا جائے۔

غور کیجئے کانفرنس کے عیسائی شرکا ان تمام عیسائیوں کو مذہب سے خارج سمجھتے ہیں جنھوں نے یہودیوں پر ظلم کیا تھا۔

⑩ 1948ء میں ہجرت کرنے والے تمام فلسطینیوں کو اس ملک کی شہریت دے دی جائے جس میں وہ رہائش پذیر ہیں یعنی فلسطینی مہاجرین کا مسئلہ سرے سے رہے ہی نہ اور فلسطینیوں کو ان ملکوں کی مستقل سکونت دے دی جائے جہاں وہ عارضی طور پر قیام پذیر ہیں۔

⑪ دس کروڑ ڈالر کے ابتدائی سرمائے سے ایک منافع بخش بین الاقوامی بینک قائم کیا جائے جس سے اسرائیل کی مستقل مالی امداد ہو سکے۔

اور آپ حیران ہوں گے یہ خطیر رقم کسی تگ و دو کے بغیر اس کانفرنس کے ختم ہوتے ہی جمع ہوگئی یہ رقم اس امداد کے علاوہ ہے جو بہت بڑی مقدار میں اسرائیل کو فراہم کی جاتی ہے صرف ایک کانفرنس میں تجارتی بینک قائم کرنے کے لئے دس کروڑ ڈالر جمع ہوئے جس کا تمام منافع اسرائیل کے لئے مختص کیا گیا۔

⑫ عیسائی اور دیگر یورپی اقوام عرب تنظیموں کی اسرائیل کے ساتھ بائیکاٹ میں حمایت نہ کریں۔

عیسائی اور یورپی اقوام نے پہلے کب عملاً عرب تنظیموں کی حمایت کی تھی تاہم مجھے یقین ہے کہ یہ مطالبہ پورا ہوگا۔

⑬ دنیا بھر کے کلیساؤں کا جنیوا میں ایک اجلاس منعقد کیا جائے جس میں یہ اعتراف کیا جائے کہ تورات میں مذکور ارض موعود کا یہودیوں سے بہت گہرا تعلق ہے۔

یعنی اسرائیل ایک نظریاتی ملک ہے اور یہ ہمارا عقیدہ و ایمان ہے اور چرچ کو اس کا برملا اعلان کرنا چاہئے۔

⑭ کانفرنس کے شرکا دعا میں شریک ہوں اور اس دن کا پورے اشتیاق سے انتظار کریں جب یروشلم انسانیت کی خدمت کے لئے مرکز بنے گا تب ہی خدا کی سلطنت واقعماتی اور حقیقی روپ دھارے گی۔

عیسائی عقیدہ میں خدا کی سلطنت سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کی حکومت ہے جبکہ یہودی اس سے مسیح دجال کی حکومت مراد لیتے ہیں۔

عہد ربانی کی حقیقت

عزیز بھائیو! موضوعات تو بہت ہیں لیکن میں مختصراً یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جولوگ تورات میں مذکورہ من گھڑت عہد پر ایمان رکھتے ہیں وہ دانستہ یا نادانستہ مسیح دجال پر ایمان رکھتے ہیں ہر وہ شخص جو اسرائیل کے منصوبے کی موافقت کرتا ہے وہ بلاشبہ مملکت دجال کی تاسیس میں معاون ہے اور اپنی تمام کوششیں توراتی پیشین گوئیوں کو سچا ثابت کرنے میں کھپا رہا ہے جس کے دعویدار یہود و نصاریٰ ہیں وہ اپنی صلاحتیں صہیونی اہداف کے پورا کرنے میں لگا رہے ہیں جن پر یہود و نصاریٰ کاربند ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنی مجلس کے اختتام پر اس سوال کا جواب دیں جو آپ میں سے اکثر ساتھیوں کے ذہن میں ہوگا کہ میڈرڈ کانفرنس میں ان یہود و نصاریٰ بنیاد پرستوں کا کیا موقف ہے۔ان حضرات کا وہی پرانا موقف ہے جس کا اظہار انہوں نے جنیوا کانفرنس میں کیا تھا......میری بات توجہ سے سنئے......اگر ایک طرف ہم جنہیں امریکہ یا اس کے دم چھلے بنیاد پرست کہتے ہیں' اسرائیل اور اس کی جغرافیائی حد بندیوں کو تسلیم نہیں کرتے اور نہ کسی میڈرڈ یا غیر میڈرڈ کانفرنس کے اعلامیے کو مانتے ہیں تو دوسری طرف عیسائی بنیاد پرست بھی ہماری طرح ایک نقطہ نظر سے اسرائیل کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ عیسائی عقیدے کی رو سے اسرائیل دراصل عیسیٰ علیہ السلام کی سلطنت ہے اور بالآخر یہودی عیسائی بن جائیں گے گویا یہودیوں کے اسرائیل کو تسلیم نہ کرنے میں فریقین کا اتفاق ہے مگر دونوں کے تسلیم نہ کرنے میں فرق ہے۔

ہمارا ایمان اللہ تعالیٰ کے سچے وعدے پر ہے جبکہ عیسائی من گھڑت اور جھوٹے وعدے پر ایمان رکھتے ہیں جو سراسر اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے اور دونوں وعدوں کی حقیقت میں زمین و آسمان کا فرق ہے بحمد اللہ جس وعدہ پر ہمارا ایمان ہے اس کی سند قرآن وحدیث ہے۔

بات کو ختم کرنے سے پہلے بہتر ہوگا کہ میں آپ کو سچے وعدے کی بابت چند بشارتیں بتاتا ہوں۔ان بشارتوں پر ہمارا ایمان ہے ہم اپنی نمازوں کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرتے ہیں جس میں ہم کلام اللہ کی یہ آیت بھی پڑھتے ہیں۔

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَ لَا الضَّآلِّيۡنَ ۝

ہمیں سیدھا راستہ دکھا' ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا جو معتوب نہیں ہوئے جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں

اللہ کا غضب یہودیوں پر ٹوٹا اور گمراہی کی راہ عیسائیوں نے اختیار کی۔ہم ہر رکعت میں ان کے مزعوم وعدے کی منسوخی کا اعلان کرتے ہیں جو سراسر باطل اور من گھڑت ہے۔بے شک ابراہیم علیہ السلام سے ایک عہد باندھا گیا تھا جو امت اسلامیہ کے حق میں ہے وہ امت جس پر اللہ کی برکتیں ہر وقت نازل ہوتی ہیں اور وہ ان کی آبادی میں اضافہ کرتا جارہا ہے اور یہ امت اپنے اندر تمام اقوام اور قبیلوں کو سمائے ہوئے ہے اور تورات میں جس امت کے بابرکت ہونے کا ذکر آیا ہے وہ سوائے امت محمدی کے اور کوئی نہیں۔عرب اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے اور وہ دنیا کی تمام اقوام میں گھلے ملے ہیں۔تم انہیں جاوا کے جزائر میں پاؤ گے تمہیں یہ ہندوستان میں ملیں گے یہ تمہیں افغانوں میں نظر آئیں گے تم ان کی نسلوں کو یورپ میں پاسکتے ہو بربر قبائل میں عرب جا بسے حبشہ میں یہ موجود ہیں غرض ہر قوم اور ہر علاقے میں جاکر آباد ہونے والے عرب ہیں یہ قوم جس کی نسل اللہ تعالیٰ نے خوب بڑھائی اور ان پر برکت فرمائی اور فلسطین کا مقدس خطہ انہیں کے ورثے میں آیا ہے ہمارا ایمان ہے کہ عرب ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں جن کی وراثت میں یہ خطہ آیا ہے اور ابدی عہد انہیں کے ساتھ ہے۔

دوسری طرف یہودیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی وعید ہے جس کا ذکر پوری وضاحت کے ساتھ قرآن مجید میں آیا ہے۔

واذ تاذن ربک علیهم الی یوم القیامة من یسومهم سوء العذاب ان ربک لسریع العقاب وانه لغفور رحیم

''اور یاد کرو جبکہ تمہارے رب نے اعلان کردیا کہ وہ قیامت تک برابر ایسے لوگوں کو بنی اسرائیل پر مسلط کرتا رہے گا جو ان کو بدترین عذاب دیں گے یقیناً تمہارا رب سزا دینے میں تیز دست اور یقیناً وہ درگزر اور رحم سے بھی کام لینے والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ کا ان سے یہ عہد ہے جو کبھی ٹوٹنے کا نہیں جو لوگ میڈرڈ یا غیر میڈرڈ کانفرنس سے اتفاق رکھتے ہیں وہ جان لیں کہ وہ اس آیت کی سراسر نفی کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ فیصلہ کرچکا ہے کہ وہ قیامت تک برابر ایسے لوگوں کو بنی اسرائیل پر مسلط کرتا رہے گا جو ان کو بدترین عذاب دیں گے۔ہٹلر کا فعل اسی آیت کا منشا تھا جو روئے

زمین کے تمام یہودیوں کی ہلاکت تک برابر جاری رہے گا۔قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ضربت علیهم الذلة این ما ثقفوا الا بحبل من الله وحبل من الناس و باؤبغضب من الله وضربت علیهم المسکنة

''یہ جہاں بھی پائے گئے ان پر ذلت کی مار پڑی' کہیں اللہ کے ذمہ میں یا انسانوں کے ذمہ میں پناہ مل گئی تو یہ اور بات ہے یہ اللہ کے غضب میں گھر چکے ہیں ان پر محتاجی اور مغلوبی مسلط کردی گئی ہے۔''

میرے بھائیو! ان پر ذلت مسلط کردی گئی ہے سوائے تھوڑے عرصے کے۔ **الا بحبل من الله وحبل من الناس** کہیں اللہ کے ذمہ میں یا انسانوں کے ذمہ میں پناہ مل گئی تو یہ اور بات ہے۔استثنائی حالت میں جونہی یہ کچھ کرنے کے قابل ہوئے اللہ کی سنت ان پر پلٹتی ہے۔سورت اسراء میں ارشاد ہوتا ہے۔

واذا جاء وعد الاخر لیسو وجوهکم ولیدخلوا المسجد کما دخلوه اول مرة ولیتبروا ما علوا تتبیرا ٥عسیٰ ربکم ان یرحکم وان عدتم عدنا

یہ ہے ان کے ساتھ وعدہ اور یہ ہے وہ اصول جس پر ہمارا ایمان ہے **وان عدتم عدنا** جونہی یہودی پلٹے اسی وقت ان پر اللہ کا عذاب ٹوٹے گا اور اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے صحیح حدیث میں بشارت فرمائی۔

لاتقوم الساعة حتی تقاتلوا الیهود

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم یہودیوں سے جنگ نہ کرلو۔

کانفرنس میں شرکت کرنے والے خوب سن لیں کہ وہ اللہ کی کتاب سے اور اس کے رسول ﷺ کے قول سے منہ موڑ رہے ہیں۔

لاتقوم الساعة حتیٰ تقاتلو الیهود حتی یقول الشجر والحجر یا مسلم یا عبدالله هذا یهودی وراى فتعال اقتله

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم یہودیوں سے جنگ نہ کرلو یہاں تک کہ درخت اور پتھر کہیں گے اے مسلم! او اللہ کے بندے! یہ دیکھ میرے پیچھے یہودی چھپا ہے پس اس کے قتل کرنے میں دیر نہ کر۔

اللہ کی قسم اسے کوئی ٹال نہیں سکتا' اس کی خبر دینے والے اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔یہی نہیں ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام اللہ کے حکم سے تشریف لائیں گے۔یہ خبر رسول اللہ ﷺ سے متواتر احادیث سے مروی ہے اور جب آپ تشریف لائیں گے تو بلا شبہ یہود ونصاریٰ کو ہلاک کریں گے اور سب سے بڑا اور اہم شخص جسے آپ قتل کریں گے وہ بادشاہ یہود مسیح دجال ہوگا۔آپ اس کا خاتمہ فلسطین میں باب اللد کے مقام پر کریں گے جیسا کہ صحیح حدیث میں مذکور ہے اس کے بعد عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سوائے اسلام یا قتل کرنے کے اور کسی تیسری چیز سے راضی نہ ہوں گے۔جزیہ مطلقاً موقوف ہوجائے گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویرفع الجزیة

آپ صلیب توڑ دیں گے اور سور کو ماردیں گے اور جزیہ موقوف فرمادیں گے۔

عیسائیوں کے پاس سوائے اسلام لانے کے یا قتل ہونے کے کوئی چارہ نہ ہوگا اور یہ قتل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تلوار یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ہوگا یا جو لوگ آپ کے ساتھ ہوں گے۔وللہ الحمد۔اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور آخری زمانہ میں خروج مہدی اور نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے متعلق جو صحیح حدیثیں آئی ہیں وہ میڈرڈ اور غیر میڈرڈ کانفرنس میں جو کہا جارہا ہے اسے جھٹلاتی ہیں۔مسلمان مہدی علیہ السلام کی قیادت میں اپنے دشمنوں سے جنگ کررہے ہوں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاکر جنگ کی تکمیل فرمائیں گے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **وامامکم منکم** امام تم میں سے ہوگا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام مہدی علیہ السلام کی امامت میں نماز ادا کریں گے تاکہ معلوم ہوجائے کہ وہ نئی شریعت کے حامل نہیں بلکہ محمد ﷺ کی شریعت کے پیروکار ہیں اسی لئے مہدی علیہ السلام کے پیچھے نماز ادا کریں گے اور مسلمانوں سے مل کر جنگ میں شریک ہوں گے۔اسی طرح کتاب الفتن میں روم کے ساتھ جن جنگوں کا ذکر کیا گیا ہے اور الحمدللہ صحیح حدیثیں ہماری رہنمائی کرتی ہیں کہ جس علاقے کو یہ بدمعاش اپنے نیو ورلڈ آرڈر میں امن وسلامتی وخوشحالی کا خطہ بنانے کا کہہ رہے ہیں صحیح حدیثیں واضح اور دوٹوک انداز بتاتی ہیں کہ یہ خطہ فتنوں جنگوں اور خون آشامی کی آماجگاہ بننے والا ہے انہی فتنوں کے بارے میں حدیث کے الفاظ ہیں۔**لاتقوم الساعة الا ویقاتلکم الروم وینزلون فی الاعماق** قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی

جب تک روم تم سے جنگ نہ کر لے اور رومی اعماق تک نہ پہنچ جائیں۔ اور دوسری روایت میں ہے۔ حتی تنزل الروم بدابغ. یہاں تک کہ روم مقام دابغ تک نہ پہنچ جائے اور ارض شام دراصل مقام جنگ ہے۔ یہ اراضی بھی بڑی اور ہونے والی جنگ بھی بڑی۔ مسلمانوں کے معرکوں کے لئے بھی یہی جگہ ہے جو فتح قسطنطنیہ اور فتح روم کا پیش خیمہ ہوگی۔ جس کی بابت آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا کچھ حصہ بری اور کچھ حصہ بحری ہے۔

بلاد شام کی فضیلت پر کافی حدیثیں ہیں جن پر امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کافی وضاحتیں کی ہیں اور فرمایا کہ آخری زمانے میں ارض شام مسلمانوں کا ایک قلعہ بنے گی جہاں مسلمان رومیوں سے جنگ کریں گے۔

اس موضوع پر بہت سی حدیثیں ہیں جن کے لئے وقت ناکافی ہے۔ یہ تمام حدیثیں ان باتوں کو صاف جھٹلا رہی ہیں جو ہم نے درس میں بیان کیں یا پڑھیں' خواہ یہ باتیں تورات محرفہ میں آئی ہوں' امریکہ کے سربراہوں نے کہی ہوں یا کہنے والے بنیاد پرست عیسائی ہوں یا امن کے علمبردار' سب جھوٹ اور فریب کا پلندہ ہے۔

میڈرڈ کانفرنس کا مقصد جیسا کہ صدر بش نے اپنے بیان میں کہا، فریقین کے مابین جنگ بندی ہی نہیں بلکہ فریقین کے درمیان دشمنی اور عداوت ختم کرنا ہے اور یہی ان کی اصل خواہش ہے مگر اللہ تعالیٰ خود اس دشمنی اور عداوت کو قائم رکھنا چاہتے ہیں اور انشاء اللہ ہماری ان سے دشمنی اور عداوت قائم رہے گی' ضرور رہے گی:

وَ اِنۡ تَتَوَلَّوۡا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ ۙ ثُمَّ لَا یَکُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَکُمۡ

اگر تم منہ موڑ و گو تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔ [محمد:۳۸]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ یَّرۡتَدَّ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِهٖ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰهُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّهُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ ۫ یُجَاهِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوۡنَ لَوۡمَةَ لَآئِمٍ

اے جو لوگ ایمان لائے ہو اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے) اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کر دے گا جو اللہ کے محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا جو مومنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے' جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ [مائدہ:۵۴]

اس اہم مرحلے پر اگر ہم نے جہاد ترک کر دیا اور ان دشمنوں کی طرف سے مطمئن ہو گئے تو یاد رکھو ہم ارتداد کے مرتکب ہوں گے جس جہاد کے کرنے کا حکم ہمیں اللہ نے دے رکھا ہے ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کسی دوسری قوم کو لائیں گے جن کے اوصاف آیت میں بتلائے گئے ہیں۔

مذکورہ عہد کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ

اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ [نور:۵۵]

ایمان لانے والوں کا اللہ سے خلافت دینے کا وعدہ ہے ایک جگہ ارشاد ہوا۔

وَ لَقَدۡ کَتَبۡنَا فِی الزَّبُوۡرِ مِنۡۢ بَعۡدِ الذِّکۡرِ اَنَّ الۡاَرۡضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡنَ

اور زبور میں ہم نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔ [۱۰۵]

اس کے علاوہ اور بہت ساری بشارتیں ہیں جیسے حدیث میں آیا ہے۔ ان هذا الدين يبلغ مابلغ الليل والنهار بے شک یہ دین ہر اس جگہ پہنچے گا جہاں دن اور رات ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت ساری بشارتیں ہیں جو وعدۂ حق کی تائید کرتی ہیں اور وعدۂ باطل کی تکذیب کرتی ہیں بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ عَلَی الۡبَاطِلِ فَیَدۡمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ مگر ہم تو باطل پر حق کی چوٹ لگاتے ہیں جو اس کا سر توڑ دیتی ہے اور وہ دیکھتے ہی مٹ جاتا ہے۔ [انبیاء:۱۸]

اس کے بعد ذرا ان کٹر عیسائیوں کی بات بھی سن لیں یہ خبیث پاٹ رابرٹسن کہتا ہے "امن سمجھوتہ کرنے کی میری بڑی خواہش تھی اور میں اس کا اظہار بھی کرنا چاہ رہا تھا مگر میرا ایمان اس کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ مجھے یقین ہے کہ ہرمجدون کا واقعہ ضرور ہوگا' آخری فیصلہ کن معرکہ قریب ہے ہرمجدون ہوئی کے ہوئی اور یہ معرکہ وادی

مجدون میں ٹھنے گا بس سمجھو کہ یہ جنگ ہو چکی''۔

یہ امن سمجھوتہ کرنا چاہ رہے تھے مگراب اس کا کچھ فائدہ نہیں رہا' سیاہ راتیں چھا چکیں۔ہم سمجھوتہ تو کر لیں لیکن ہونے والی جنگ کا کیا کریں جس میں یہ کاغذ کے پرزے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔

آپ نے جان لیا کہ فریقین مسلمان واہل کتاب کے موقف میں کس قدر مشابہت ہے۔ہم بھی اسی پر ایمان رکھتے ہیں کہ معرکہ ہو کر رہنا ہے خواہ جتنی بھی کانفرنسیں بلالی جائیں اور وہ بھی اسی بات پر ایمان رکھتے ہیں اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ سچا وعدہ کن کے ساتھ ہے اور جھوٹا وعدہ کن کے ساتھ ہے۔دوسرا خبیث جیری فول ویل ہے جس کا ذکر پہلے بھی ہوا جیری فول ویل نے کہا''امن کی توقع حماقت ہے'' تمام وہ کوششیں جو امریکہ اور دوسرے ممالک کر رہے ہیں حماقت کے ڈانڈے ہیں کیونکہ یہ کوششیں کتاب مقدس کے خلاف ہیں اس نے کہا''اسرائیل کے لئے ہرگز مناسب نہیں کہ وہ ایک بالشت زمین سے دستبردار ہو یہ خطہ تورات کا خطہ ہے جس کا وعدہ اس نے اپنے مومنین سے کر رکھا ہے۔

ایک اور کٹر عیسائی (Doughlas Chrocker) جو اسرائیل کو امن سمجھوتے سے خبردار کرتے ہوئے کہتا ہے''انجیل پر پختہ ایمان رکھنے والے یہودی ارتھوڈکس (Orthodox) کی طرح ہیں جو دونوں ارض موعود سے لولگائے ہوئے ہیں وہ ارض موعود جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور ان اس کی اولاد سے کیا تھا اسرائیل اپنے موقف کی ایسی صورت گری کیلئے جو امریکیوں کو قابل قبول ہو ہمارے وسیع نشریاتی اسٹیشن بلا جھجک استعمال میں لاسکتا ہے نشریاتی اسٹیشن خواہ سماعی ہوں یا مرئی۔

اللہ تعالیٰ اسرائیل کو مضبوط فوجی قوت دیکھنا چاہتے ہیں اور جیسے جیسے اسرائیل کی فوجی قوت میں اضافہ ہوتا جائے گا امریکہ میں مذہبی دایاں بازوں اپنی حمایت بڑھاتا جائے گا اور باہمی ربط مزید پختہ ہوں گے''۔

مراد ہے تم جتنی شدت سے یہ امن کانفرنس ٹھکراؤ گے' اے یہود ہمیں اتنا اپنے قریب پاؤ گے۔ہم دائیں بازو کی مذہبی شخصیات اس بات سے خوب راضی ہوں گی ۔گویا وہ خود پہلے ہی اس امن کانفرنس کو ٹھکرا چکے ہیں۔

جم رابرٹسن (Jim Robortson) ایک اور کٹر عیسائی ہے اور امریکی حکومت میں اچھا خاصا اثر ورسوخ رکھتا ہے یہاں تک کہ ایک مرتبہ صدر ریگن نے اپنی پارٹی کی افتتاحی تقریب میں اس سے دعا کی درخواست کی' دعا جس کا ان کے ہاں اپنا مفہوم ہے جم رابرٹسن نے کہا''اس وقت تک امن کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جب تک مسیح نہ آ چکیں''۔

ہم بھی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں بات درست ہے کہ جب تک عیسیٰ علیہ السلام نہ آ چکیں امن قائم نہیں ہوسکتا البتہ وہ نزول مسیح سے اپنی مراد لیتے ہیں۔اس نے مزید کہا''نزول مسیح سے پہلے امن کی خوشخبری دینا کفر بواح ہے'' یعنی اللہ کی آیات سے کفر کرنا ہے'' یعنی جو شخص امن کے لئے کوشش کرے وہ اس کے خیال میں اللہ کی آیات سے کفر کرنے کا مرتکب ہوتا ہے کیونکہ آیات ربانی کی رو سے ایسا ممکن نہیں۔کہا''یہ اللہ کی مخالفت ہے اور مسیح کی بھی مخالفت ہے۔''یہی وجہ ہے کہ کتاب ''الانجلیون العسکریون'' کی مولفہ لکھتی ہے''انجیل مقدس پر سختی سے ایمان لانے والے چار کروڑ افراد اس بات پر پختہ ایمان رکھتے ہیں کہ اسرائیل عربوں کے جن جن علاقوں کو لے سکتا ہے لے لے کیونکہ یہ خواہش خود اللہ تعالیٰ کی اپنی ہے''۔

اس کا اس بات پر بھی یقین ہے جس طرح وہ خود کہتے ہیں کہ''ہم عیسائی ہوتے ہوئے نزول مسیح کی تاخیر کا باعث بن رہے ہیں کیونکہ ہم اسرائیل کو مزید فلسطینی علاقے حاصل کرنے میں مدد نہیں کر رہے''۔

اندازہ لگائیں اگر نئی یہودی بستیاں بسائی نہ گئیں تو اس سے مسیح کی آمد میں تاخیر ہوگی یہی وجہ ہے کہ امن کانفرنس کے علی الرغم اسرائیل مسلسل اپنی بستیاں بڑھا رہا ہے خواہ مغربی پٹی کا علاقہ ہو یا جولان کا اور ان تجاوزات میں اسرائیل کو امریکہ کی پشت پناہی حاصل ہے وہ اسرائیل سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ خبردار کسی کی باتوں میں آ کر قبضہ مہم چھوڑ نہ دینا' ایسا شخص دراصل نزول مسیح میں تاخیر لانا چاہتا ہے' ضروری ہے کہ یہودی اکٹھے ہوں۔عیسائیوں کے ایک بڑے رہنما نے اسرائیل سے کہا کہ کسی بین الاقوامی قانون کے چکر میں نہ آنا اور نہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے پھندے میں پھنسنا۔یہودیوں کے لئے ان زیبائشی قواعد وضوابط سے ہرگز وفاداری

جائز نہیں جس فریب خوردگی کا نام بین الاقوامی قانون ہے اسرائیل اس کی دھجیاں بکھیر دے اور کیا چیز قانونی ہے اور کیا اخلاقی' اس کا تعین اپنی مرضی سے کرنا چاہئے ۔اس اصول کو بنیاد بناتے ہوئے جو اسرائیل کے لئے بہتر ہو اور اس کی مصلحت میں ہو اسے کر گزرے یہی قانون ہے اور یہی اخلاق ہے اور یہی شریعت اور اگر بین الاقوامی قانون یہودیوں کو نئی آبادکاری کی اجازت نہیں دیتا اور یہودی مفادات کے خلاف ہے تو اس قانون کو جوتیوں سے لتاڑو۔ بھاڑ میں جائے قانون وضوابط۔اور یہ بات کرنے والا کوئی اور نہیں شامیر حکومت کی حزب مخالف کا لیڈر رہے اور یہ انجمن حقوق انسانی کا ممبر بھی ہے اور اس کا نام اسرائیل شاہاک ہے اس نے کہا'' دائیں بازوں سے تعلق رکھنے والے نو وارد عیسائی اسرائیل کی کسی بھی فوجی کاروائی یا خون ریزی سے درگزر کرنے کو تیار ہیں'' گویا وہ اس کی حمایت کرتے ہیں۔

مذموم مقاصد

اس کے بعد ایک پہلو بچ جاتا ہے جسے سمجھنا ضروری ہے اس پہلو کا دو طرح سے جائزہ لینا ہے۔موجودہ کانفرنس جسے امن کانفرنس سے موسوم کیا جا رہا ہے اس سے کن نتائج کی توقع کی جاسکتی ہے؟اور اسی سے دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سچے عہد سے پھر کر جھوٹے عہد پر ایمان لانے سے اس خطۂ اراضی سے کیا مقاصد حاصل کرنا درکار ہیں؟

عزیز بھائیو! یہ مقاصد بے شمار اور نہایت اہم ہیں میری گزارش ہے کہ کہیں ہم وقتی اور غیر اہم چیزوں میں پھنس کر دوررس نتائج کے حامل اہداف کو بھول نہ جائیں۔میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ میری باتوں سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ میں تمام مقاصد تک پہنچ گیا ہوں جن مقاصد کو میں ان کے بیانات سے اور کتابوں سے سمجھ سکا ہوں ان کی حیثیت رہنما اشاروں جیسی ہے اور غور وفکر اور مزید مطالعے سے نیز باہمی ربط سے مزید مقاصد تک بھی پہنچا جاسکتا ہے۔

پہلا ہدف مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں جو تحریک جہاد جاری ہے جسے انتفاضہ کہتے ہیں اس کا خاتمہ کرنا۔امن سمجھوتے کے بعد ان کی حیثیت دشمن سے اپنے مقبوضہ علاقے چھڑانے والے دفاعی مجاہدین سے یک مشت بدل کر اپنے ہی ملک میں بغاوت کرنے والے سرکشوں کی سی بن جائے گی جس کے بعد ان سرفروشوں کے خلاف کسی قسم کی کاروائی کرنے کے لئے کوئی قانونی رکاوٹ باقی نہ رہے گی اور بین الاقوامی قانون کی رو سے ہر ملک کو اپنے باغیوں کی سرکوبی کا حق حاصل ہے۔اہم ترین اہداف میں سے ایک یہ ہدف ہے کیونکہ اسرائیل سب سے زیادہ ان مجاہدین سے خوفزدہ ہے۔عرب ممالک مسئلہ فلسطین اور تحریک انتفاضہ سے کب کے لاتعلق ہو چکے ہیں اور اسرائیل اس طرف سے پوری طرح مطمئن ہے کہ عرب ممالک اس پر حملہ آور ہونے کی جرات کریں البتہ خطرہ اس پر جوش بیدار مغز سے ہے جو مقبوضہ علاقوں سے اٹھ رہا ہے یہ پہلا ہدف ہے۔

اس امن سمجھوتے کا دوسرا اہم مقصد دعوت اسلامی کا راستہ تنگ کرنا ہے' یہ مقصد فریقین یعنی یہود وعرب کے مابین طے پایا ہے یہ لوگ دعوت کے کام کو ہر جگہ ٹھپ کرنا چاہتے ہیں اور اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ اس مقصد کے حصول کے لئے مراکش سے انڈونیشیا تک تشدد کی راہ اپنائی جائے جیسا کہ صدر نکسن نے مشورہ دیا ہے۔

تیسرا ہدف عرب ممالک کی فوجی قوت ختم کرنا ہے کیونکہ ان ممالک نے اسرائیل کو گھیر رکھا ہے اگر چہ ان ممالک سے اسرائیل کو خاص خطرہ نہیں عراق پہلے ہی تباہ کیا جا چکا ہے دوسرے مرحلے میں شام کی فوجی قوت ختم کی جائے گی۔اس لئے نہیں کہ حافظ اسد یا اس کی سیاسی پارٹی ''حزب بعث'' سے کسی قسم کا کوئی خطرہ ہے بغداد کی بعث پارٹی اسرائیل کا کیا بگاڑ سکی ہے لیکن شام چونکہ فوجی لحاظ سے قدرے مضبوط ہے اور اس کے پاس جنگی صلاحیت اور تجربہ بھی ہے جو ایسی صورت میں یہودیوں پر کسی حد تک مصیبت لاسکتا ہے جب حکومت جہاد کے نتیجے میں اسلام پسندوں کے ہاتھ آجائے اور فوج کا ایک بڑا حصہ ان کا حامی بن جائے' شام کی فوج نے چند جنگیں لڑ کر تجربہ حاصل کیا ہوا ہے جیسے جنگ لبنان' اس لئے حفظ ماتقدم کے طور پر شامی فوج کا خاتمہ ضروری ہے اگر چہ شام کی فوج قوم پرست ہے لیکن پھر بھی اسے غیر مسلح کرنا ضروری سمجھا جا رہا ہے اور پھر بعثی اپنا سر پیٹیں گے کہ کاش ہم یہ دن دیکھنے سے پہلے مر چکے ہوتے۔

چوتھا ہدف پورے علاقے کو عسکری لحاظ سے یہودی عملداری کے تابع فرمان کرنا اور علاقے کے دفاع کیلئے امریکہ کی ضمانت دینا' نیز علاقے کی تمام فوجی طاقتوں میں اضافے کو روکنا جبکہ موجودہ فوج کا مقصد ویسے ہی اندرونی امن وامان قائم رکھنے سے زیادہ کچھ نہیں۔اس لئے نیو ورلڈ آرڈر کی موجودگی میں فوجی اضافے کی بھلا کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔کیا صدام کی طرح تم بھی اپنی فوج کا غیر قانونی استعمال چاہتے ہو! اگر بیرونی خطرہ ہے تو اس کی ضمانت نیو ورلڈ آرڈر دیتا ہے' داخلی امن وعامہ کیلئے تمہاری اپنی فوج ہے اور خبر دار جو ہمسایہ پر کسی کو جنگجوئی کی سوجھی۔

یہ تھی وہ بنیادی غرض وغایت جس کے لئے کویت پر عراقی قبضے کا ڈرامار چایا گیا اور جنگ خلیج بپا ہوئی۔

پانچواں ہدف: یہ ہدف نہایت ضرر رساں ہے۔ابلاغ عامہ اور تعلیمی نصاب میں تبدیلی تاکہ کوئی ایسی بات نہ رہ جائے جو یہودیوں سے دشمنی وعداوت پر اکسانے والی ہو یہ وہی مقصد ہے جسے اسرائیلی وزیر اعظم شامیر نے کانفرنس میں اپنی تقریر کے اندر زور دے کر کہا ''تمہارے تعلیمی نصاب سے یہود دشمنی پر مبنی مواد کی تبدیلی

ضروری ہے۔
ابلاغ عامہ کی سطح پر اور تعلیمی سطح پر صدیوں سے محیط عداوت و دشمنی کو یک مشت ختم ہو جانا چاہئے اب صہیونیت کو قرار آ گیا ہے یہودی ایک آزاد ملک کے باسی ہیں جس کا اپنا دار الحکومت یروشلم ہے اور اسے جینے کا پورا حق حاصل ہے اور کسی قانونی ملک کے ساتھ عداوت اور دشمنی کی اجازت نہ ہونی چاہئے۔عداوت پر محمول تمام شعار کو بتدریج بھلا دینا چاہئے یہاں تک کہ جو عداوت دینی بنیادوں پر قائم ہے اس کی بھی گنجائش نہیں۔
مصری حکومت ان سفارشات پر عمل پیرا ہے تعلیمی نصاب میں تبدیلی لا کر وہ تمام غزوات خارج کر دیئے گئے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں سے کئے اور یہودیوں کی نبی ﷺ سے دشمنی پر جو معمولی واقعات نصاب میں پائے جاتے تھے وہ بھی خارج کئے جا چکے ہیں۔حد یہ کہ ٹی وی ملا قرآن کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ان آیات کو چھوڑ دیتے ہیں جن میں یہودیوں کا ذکر آئے وہ تمام آیات اور حدیثیں جن میں یہودیوں کی اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی اور بغض کا ذکر ملتا ہے خارج از نصاب ہیں جو پہلے ہی انتہائی نرم انداز سے بیان کی گئی تھیں یہ ہے ان کی خواہش اور مقصد جو وہ پورے فلسطین میں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔نصاب سے اس ہر چیز کو خارج کرنا جو مسئلہ فلسطین کے متعلق ہو۔
اور افسوس تو اس بات پر ہے کہ ہمیں اب تک مسئلہ فلسطین کے متعلق جو کچھ اسکولوں اور کالجوں میں پڑھایا گیا اس مسئلہ فلسطین کو مذہبی یا دینی کے بجائے عرب یہود سیاسی مسئلہ بنا کر پڑھایا گیا ہے،اب وہ بھی ختم جبکہ امریکہ میں بیس ہزار اسکول اس مسئلہ کو خالص دینی اور توراتی بنیادوں پر پڑھا رہے ہیں۔
چھٹا ہدف: علاقے کی معیشت مکمل طور پر یہودیوں کے کنٹرول میں دینا۔مغرب کی معیشت کے سامنے ہماری معیشت کی کیا حیثیت ہے۔کچھ بھی نہیں اور اگر سودی بنکاری سے یہودی مغرب پر معاشی قبضہ جما سکتے ہیں تو ہمارا علاقہ ان کے قبضے میں دینے سے کیا ہوگا! چند سالوں میں اس خطے کے تمام ممالک کی معاش اور مالیات کا کلی اختیار رکھنے والے یہودی ہوں گے۔
ساتواں ہدف: خطے کو یہودی اور عیسائی ثقافت سے تلپٹ کرنا اور ثقافتی یلغار کے جلو میں عیسائیت پھیلانا۔
عیسائی منہ چڑھ کر بولتے ہیں کہ خلیج کی جنگ نے ہمارے لئے ان علاقوں تک دین مسیح کی ترویج آسان بنا دی ہے جن علاقوں کا ہم آج سے پہلے تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔کویت،متحدہ عرب امارات،بحرین ایسے ممالک ہیں جہاں سر عام عیسائیت کی تبلیغ ہو رہی ہے یمن میں مشنری کام بہت بڑی سطح پر ہو رہا ہے اردن کا تو یہ حال ہے کہ میڈرڈ کانفرنس میں اردن کا نمائندہ ایک عیسائی تھا۔
اردن میں عیسائیت پھیلانے کے لئے بڑا جامع پروگرام بنایا جا رہا ہے اس طرح بیشتر عرب ممالک عیسائیت کے محاصرے میں ہیں،عیسائیت پھیلانے کے لئے کن ممالک کا انتخاب کیا گیا ہے؟ عرب ممالک والعیاذ باللہ مگر وہ عنقریب اس کام کی ابتداء کرنے والے ہیں اللہ انہیں غارت کرے۔
آٹھواں ہدف: توقع ہے کہ اسلام کی غلط تصویر معاشرے کی ہر سطح پر پیش کی جائے گی کیونکہ ابلاغ عامہ کی قوت ان کے ہاتھ میں ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے عرب صحافت بھی ان کے شانہ بشانہ چلے گی جس کے لئے تبلیغی علماء کی شہرت کو داغدار کرنا اور تاریخ اسلامی کو مسخ صورت میں پیش کرنا شامل ہے یہ سب ہونے والا ہے خواہ کچھ دیر ٹھہر کر ہی ہو۔
نواں ہدف: خلیج کے تیل اور پانیوں پر ڈاکہ زنی اور اس علاقے کو یہودیوں اور امریکیوں کے زیر تسلط لانا،تیل تو تقریباً جا چکا ہے اور پانی کا ٹلنا باقی ہے۔یہ بات انہوں نے صراحت سے کہی ہے کہ تیل اور پانی کی جنگ ناگزیر ہے اسرائیل کے لئے جن دریاؤں کا پانی حاصل کیا جائے گا وہ یہ ہیں دریائے فرات،دریائے عاصی ،دریائے لیطانی اور دریائے اردن یہاں تک کہ نیل سے زیر زمین نہریں نکال کر اسرائیلی زمینوں کو سیراب کیا جائے گا اس پر بس نہیں بلکہ سعودی عرب کے شمالی علاقہ جات میں جو زیر زمین پانی پایا جاتا ہے اس سے اسرائیل تک پانی پہنچایا جائے گا تا کہ نئی یہودی بستیوں کے لئے وافر مقدار میں پانی فراہم ہو سکے اور اس بات کے کافی قرائن ہیں کہ آنے والی جنگ حصول آب کی جنگ ہو،ہو سکتا ہے ترکی اور شام کے درمیان جنگ کی آگ بھڑکائی جائے جس کے بہانے امریکہ اپنی فوجیں علاقے میں اتارے اور اس جنگ کے نتیجے میں ایک طرف شام کی فوجی قوت کم ہو گی تو دوسری طرف پانی کی تقسیم کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا،ترکی چونکہ نیٹو کا ممبر ہے اس لئے فریقین کی جنگ میں امریکہ کے کودنے کا قانونی جواز بھی ہوگا۔مغرب میں ایک عرصے سے منصوبہ بندی ہو رہی ہے کہ نیٹو ممالک میں بھی اضافہ کیا جائے اور اس جنگی

صلاحیت بھی موثر بنائی جائے جس کے لئے مشرقی ممالک کو نیٹو کا ممبر بنایا جائے گا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نیٹو کی قوت کس کے خلاف بڑھائی جا رہی ہے؟

مشرقی بلاک اور مغربی بلاک کی متحدہ قوت سے وہ دراصل اپنے مشترکہ دشمن کا سر کچلنا چاہتے ہیں اور یہ مشترکہ دشمن ہمارے علاوہ کوئی نہیں۔

کہا جاتا ہے کہ حصول آب کی جنگ چھڑنے میں تھوڑا ہی عرصہ رہ گیا ہے۔

دسواں ہدف: علاقے کو اخلاقی پستی اور گراوٹ میں دھکیلنا' یہ یہودیوں کا پرانا اور آزمودہ حربہ ہے جسے وہ کئی جگہوں پر کامیابی سے استعمال کر چکے ہیں پورے خطے کو اخلاقی پستی میں دھکیلنے کے لئے سیر وسیاحت کو فروغ دیا جائے گا علاقے کے تمام ممالک کو نشہ آور اشیاء زناکاری اور ننگی فلموں کے چلن سے شدید خطرہ ہے یہودیوں کا تمام گند اس علاقے میں انڈیلا جائے گا' حال ہی میں ہمارے اخبارات اور دیگر غیر ملکی اخبارات نے یہ خبر نشر کی' جسے آپ نے بھی پڑھا ہوگا کہ کس طرح اسرائیل نے ایڈز زدہ رنڈیاں مصر میں بھیجیں' مصر چونکہ علم وحکمت اور دعوت وفکر کا گڑھ ہے اس لئے پہلے اسے نشانہ بنایا گیا مگر باقی ممالک میں بھی عرصے میں یہ گند پہنچنے والا ہے ۔والعیاذ باللہ

گیارہواں ہدف: ان علاقوں میں یہودیوں کے جاسوسی کے اڈے قائم کرنا جہاں ان اڈوں کی موجودگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا' یہ نہایت اہم ہدف ہے کیونکہ اسرائیل اپنی منصوبہ بندی کرنے سے پہلے مسلمانوں کے ممالک کا بھرپور جائزہ لینا چاہے گا جس سے وہ اسلامی بیداری کی ماہیت اور حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرے گا تاکہ اپنے حقیقی دشمنوں کو پہچان سکے اور احتیاطاً ان ممالک کی فوجی قوت کا جائزہ لینا چاہے گا اگرچہ پہلے بھی اسرائیل سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

ایک اور امکان یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شاید یہودیوں کے آثار قدیمہ دریافت کئے جائیں یہودیوں کا ایک یہ بھی دعویٰ ہے کہ جس خطے سے وہ زمانہ قدیم میں نکلے تھے وہ مصر کی بجائے سعودیہ کا جنوبی علاقہ تھا۔ یہ بات ایک یہودی نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں لکھی ہے اور صاحب مقالہ نے ابھا اور اس کے نواحی علاقوں کا دورہ کیا اور دعویٰ کیا کہ تورات میں مذکورہ علاقے یہی بنتے ہیں اگرچہ اس کا رد لکھا جا چکا ہے مگر یہودیوں کے ہاں یہ شعور پیدا ہو رہا ہے اسی طرح ان کا یہ بھی خیال ہے اصحاب اخدود کو زندہ درگور کرنے کیلئے جس بادشاہ نے کنویں کھدوائے تھے وہ بھی یہودی تھا' گویا یہودیوں کی ان علاقوں میں پرانی تہذیب ہے اور اس کے آثار پائے جاتے ہیں اسی طرح خیبر کا علاقہ' مدینہ منورہ یہ حجت بازی صرف اس لئے ہے کہ ارض حجاز کو یہودیوں کا خطہ منوایا جائے اللہ انہیں نیست ونابود کرے۔

یہ چند اہداف نہیں کینہ وبغض ہے جو ان یہودیوں کے منہ سے پھوٹ رہا ہے اللہ تعالیٰ ان تمام علاقوں کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور ہمیں ان ظالموں کے شر سے محفوظ رکھے۔

تجاویز

آخر میں یہ جان لینے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ کن کے ساتھ ہے اور من گھڑت جھوٹے وعدے کی کیا حقیقت ہے ہمیں اب اپنی ذمہ داریاں اور فرائض دیکھنے ہیں اس مختصر سی نشست میں ہمیں یہودیوں کے پروگرام اور مستقبل کی منصوبہ بندی جاننے کا موقع ملا۔ اب آخر میں یہ رہ جاتا ہے کہ ہمارے کرنے کا کام کیا ہے اور ہم پر کیا فرض عائد ہوتا ہے۔ مختصر وقت میں میں نے آپ کے سامنے جو باتیں اور اہداف بیان کئے یہ میں نے اپنی سمجھ کے مطابق بیان کئے ہیں آپ ان باتوں پر غور وفکر کر کے مزید اہداف بھی معلوم کر سکتے ہیں بلکہ ہم آپس میں دینی بھائی ہیں اور بھلائی اور نیکی کے کاموں ایک دوسرے کے معاون ومددگار ہیں ہم سب دعوتی میدان میں ہیں اگر چہ اس دعوت میں کمزوریاں اور نقائص ہی سہی لیکن ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں اور اسی کی ذات پر یقین رکھتے ہیں۔

میں آپ کے سامنے جو حل پیش کرر ہا ہوں یہ حتمی نہیں بلکہ ان نکات پر بحث وتمحیص اور مشاورت سے ہم اس سے بھی بہتر حل تک پہنچ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **وامرهم شوریٰ بينهم**

عقیدے کا صحیح ادراک پوری امت میں پیدا کرنا یعنی صحیح عقیدے کی پہچان معاشرے کی ہر سطح پر کرائی جائے پڑھے لکھے دانشوروں سے لے کر عوام الناس تک معاشرے میں کے تمام باشندوں تک صحیح اور درست عقیدہ پہنچانا خاص کر ''ولا'' اور ''برا'' کا عقیدہ یعنی دوستی اور دشمنی کا معیار عقیدے کو بنانا اور اسلام جس معرکے کو اٹھانا چاہتا ہے اس کا بھرپور اعلان کرنا اور اس بات کا بھی اعلان کرنا کہ میڈرڈ کانفرنس میں اسلام کی نمائندگی رتی برابر نہیں جس میں قال اللہ کی گونج سنی گئی اور نہ قال رسول اللہ کی' نہ کسی مندوب کو یہ کہنے کی جسارت ہوئی کہ یروشلم مسلمانوں کا خطہ ہے۔ مسئلہ فلسطین ہم سب کا مشترکہ مسئلہ ہے ہمیں ادھر ادھر کی باتوں میں اور پرفریب توقعات میں پڑے بغیر مسئلہ کی اصل حقیقت کو جاننا چاہئے یہ مسئلہ اسلام اور دین کا مسئلہ ہے صرف فلسطینیوں سے خاص بلکہ یہ ہر مسلمان کے دین کا مسئلہ ہے جو قیامت تک رہے گا ہمیں اس بات کا بانگ دہل اعلان کرنا ہوگا۔

مسجد کے کردار کو فعال بنایا جائے' کیونکہ ابلاغ عامہ اور ثقافتی یلغار کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمارے پاس مسجد کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں۔ الحمدللہ مسجد کے اثرات گہرے اور دورس ہوتے ہیں جس کا فائدہ اٹھانا چاہئے مصنوعی سیاروں کی مدد سے جو ثقافتی اور فکری یلغار کی جارہی ہے اس کے مقابلے میں ہمارا ہتھیار مسجد ہے جو ہر جگہ دستیاب ہے اللہ تعالیٰ ہماری معمولی کوشش میں برکت فرمائیں گے۔

علاقائی سطح پر پوری دنیا میں اہل سنت والجماعت کے مابین اتحاد قائم کرنا جو بالآخر ایک متحد امت بنانے پر منتج ہو اور جس کا راستہ سلف صالحین کے منہج پر ہو اس اتحاد کی پہلی بنیاد تو خود اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے' عقیدہ بھی ایک اور راستہ بھی ایک آخر یہ فرقہ بازی کیوں رہے جبکہ یہود ونصاریٰ اور مشرق ومغرب متحد ہوں۔ ضروری ہے کہ مسلمانوں کو عملی اور دعوتی سطح پر مل کر کام کرنا چاہئے ہماری دعوت کی نوعیت عقیدہ توحید کی اشاعت ہے نہ کہ حکومتی سطح پر کوئی تبدیلی لانا جیسا کہ فریب کاروں نے پروپیگنڈہ کر رکھا ہے کہ ہم کسی کو ہتھیار اٹھانے کی دعوت نہیں دے رہے ہماری خواہش صرف اتنی ہے کہ صحیح عقیدے کی اشاعت کے لئے اکٹھا ہوا جائے اور اگر کوئی اس میں آڑے آئے اور اتمام حجت ہو چکے تو اللہ ان کے خلاف ہماری نصرت فرمائے گا' جو اس دعوت سے اتفاق کرے تو ہم اس سے یہی کہیں گے کہ پرامید رہو یہ بہت ہے۔

اہل سنت والجماعت کا اتفاق سب سے پہلے خود ان کے وجود کی پہچان کے لئے ضروری ہے قبل اس کے کہ یہ اتفاق کسی دوسرے کے خلاف ہو جیسا کہ کچھ لوگ سمجھتے ہیں سنت کے زندہ کرنے اور اہل سنت کے ناتواں جسم میں روح پھونکنے کے لئے یہ اتحاد ناگزیر ہے تا کہ یہ جسم کہیں تہذیبی یلغار کی تندرو میں بہہ نہ جائے۔

بدعات' شرکیات' خرافات اور گمراہوں کے خلاف جنگ کرنے سے لوگوں کے اندر دجال اور دجال کی شعبدہ بازیوں سے کفر کرنے کا رجحان پیدا ہوگا کیونکہ دجال پر ایمان لانے والے خرافات کے پیچھے دوڑنے والے ہوں گے عام لوگ بے سروپا باتوں کے معتقد بنتے جارہے ہیں اس لئے صحیح عقیدے کی دعوت اور سلف صالحین کا منہج عام کرنا نہایت ضروری ہے جو اہل سنت کے باہمی مربوط تعاون سے ممکن ہے اس مقصد کے حصول کے لئے ہمیں اجتہادی مسائل میں اختلافات کو ہوا دے کر پھوٹ ڈالنے سے بچنا چاہئے اہل سنت کے مختلف گروہوں اور علماء کے باہمی اختلافات کو افہام وتفہیم چاشنی اور محبت کی فضا میں رہ کر دور کرنا چاہئے اور عوام الناس کو اس

مخمصے سے دور رکھ کر علما کو آپس میں گفت وشنید کرنی چاہئے اور اگر کوئی گروہ دھوکہ لگنے یا انجانے پن میں یا جذبات کی رو میں بہہ کر اہل سنت پر زیادتی کرے تو اسے خاموشی اور صبر سے سہنا چاہئے اور ردعمل میں ویسا ہی طرز عمل نہ اپنایا جائے تا کہ اہل سنت مزید فتنوں میں نہ پڑیں' صبر اور مستقل مزاجی سے اگلے مرحلے تک پہنچنا چاہئے انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ چند دنوں میں لوگ انہیں نظر انداز کر دیں گے اور امت کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگے گی ان کے مخالفین دشمن کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ انہیں خود بھی اس کا احساس نہ ہو۔

سود کی بیخ کنی کے لئے اسلامی بینکوں کا قیام عمل میں لایا جائے شیخ بن باز مدظلہ نے سعودی عرب میں بلاسودی بینکاری کا عندیہ دیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے بلاسود بینکاری کی طرف قدم اٹھانا نہایت خوش آئند ہے اگر وقت ہوتا تو میں اس پہلو پر تفصیل سے گفتگو کرتا۔

تعلیمی نصاب میں جو بتدریج تبدیلی کا خطرہ ہے اس سے خبردار اور آگاہ رہنا چاہئے علما کو اسی نصاب کو باقی رکھنے پر پورا زور لگانا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ہماری غفلت میں نصاب تعلیم اور طریقہ تعلیم میں ان مقامات کو حذف کر دیا جائے یا ان کا سرے سے ذکر ہی نہ کیا جائے جن مقامات کے حذف کرنے کا یہودیوں نے کہا ہے۔

شعبہ تعلیم میں یہ تبدیلی خواہ انجانے میں لائی جائے یا عمداً ہمیں اس پہلو پر گہری نظر رکھنی ہے بلکہ ان آیات یا احادیث کی تشریح میں طالب علموں کے سامنے اپنی طرف سے بھی اضافہ کرنا چاہئے تا کہ یہ تشریح واقعاتی ہو۔

وعدہ حق یاد دلا کر امت کو پرامید کیا جائے جس کا عہد اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور قرآن وحدیث کے دلائل اور واقعاتی صورتحال سے اس کی سچائی دلوں میں بٹھائی جائے تا کہ امت پر مایوسی طاری نہ ہو' امت اسلامی مایوسی سے کبھی واقف نہیں رہی' ہماری پوری تاریخ میں اس کی ایک مثال نہیں ملتی اور ہمیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے کہ وہ ہماری نصرت فرمائے خواہ اس میں کچھ دیر ہی ہو جائے۔ ولینصرن اللہ من ینصرہ اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔

یورپ میں بالعموم اور امریکہ میں بالخصوص دعوت کے کام کو بڑھانا اور ان ملکوں میں مقیم مسلمانوں کے لئے لائحہ عمل فراہم کرنا۔ اسی طرح میری یورپ میں بسنے والے مسلمانوں سے خصوصی اور مقامی مسلمانوں سے عمومی گزارش ہے کہ وہ اہل کتاب کی بنیاد پرست تنظیموں پر گہری نظر رکھیں اپنے دین پر پوری طرح کاربند ہیں اور اس کے بعد یورپ کو دعوت اسلام دیں۔

محترم بھائیو! امریکیوں میں یہ سب کچھ ہونے کے باوجود جو ہم نے سنا خیر کا پہلو ختم نہیں ہو گیا لاکھوں امریکی اسلام قبول کرنے کی طرف راغب کئے جا سکتے ہیں اور امریکہ میں قبول مذہب کی مکمل آزادی ہے' اگر مسلمان وہاں ٹی وی سٹیشن چلانے کی استعداد رکھتے ہوں تو اس ذریعے کو دعوت کے لئے استعمال میں لانا چاہئے ۔ بالکل اسی قانونی جواز کی بنیاد پر جس سے یہود ونصاریٰ کو اپنا ٹی وی اسٹیشن چلانے کی اجازت ہے' امریکہ برطانیہ اور فرانس سے اس لحاظ سے مختلف ہے کہ یہ دونوں ممالک اسلامی شعار اپنانے سے جبراً منع کرتے ہیں' میں امریکہ کی تعریف نہیں کر رہا کیونکہ امریکہ بھی اسلام دشمنی میں کچھ کم نہیں لیکن ہمیں دوسروں کے معاملے میں انصاف کرنے کا حکم ہے ان اللہ یامر بالعدل والاحسان واذا قلتم فاعدلوا اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے اور دوسری جگہ فرمایا اور جب بات کہو انصاف کی کہو۔

ہمیں معاشروں کی درجہ بندی میں اللہ کا حکم ماننا ہے۔ امریکہ میں مذہبی آزادی کی وجہ یہ ہے کہ اس کا دستور کلیسا اور حکومت کو الگ الگ کرتا ہے اور مذہب حکومت میں قطعی دخل انداز نہیں ہوسکتا اس سے مراد یہ ہے کہ امریکی حکومت دینی مدارس پر ایک ڈالر بھی خرچ نہ کرے گی لیکن دوسری طرف تمام مذاہب کو اپنے تعلیمی مراکز کھولنے کی مکمل اور یکساں آزادی ہے یہ مراکز ٹیکس سے مستثنیٰ ہوتے ہیں اور انہیں رفاہ عامہ میں شمار کیا جاتا ہے گویا یہ رقم ملک میں رفاہی کاموں میں صرف ہوئی ۔ بجائے اس کے کہ حکومت دینی مدارس کھول کر خود ایک فرقہ وارانہ مصیبت اپنے گلے میں ڈالے دینی گروہوں کو اپنے عبادت خانے اور تعلیمی مراکز کھولنے کی اجازت دے دی ہے خواہ کوئی مذہب ہو اس لئے جو مذہب زیادہ سرگرم ہو گا وہ زیادہ پھیلے گا اور مستقبل قریب میں امریکی دستور کے اندر کسی تبدیلی کا امکان نہیں اس لئے اگر وہاں کے مسلمان ہمت کریں تو دعوت کا کام ٹھوس بنیادوں پر ہو سکتا ہے اور کیتھولک فرقے کے ان افراد کو ہرگز نظر انداز نہیں کرنا چاہئے جو یہودیوں سے ناراض ہیں اور ان سے کٹے ہیں۔

سیاسی بیان بازی کی بجائے فلسطینیوں کا بھرپور عملی ساتھ دینا چاہئے مال کے ساتھ مدد کرنا اور مال سے بھی پہلے دعوت سے مدد کرنا' ان تک ضروری کتابوں کی

فراہمی کو آسان بنانا اوراس کے علاوہ دوسری ضروریات میسر کرنا اور مقبوضہ علاقوں میں فلسطینیوں کی موجودگی کو نہایت ضروری سمجھنا اوران کی آبادی میں اضافے کو ممکن بنانا جس کے لئے ان فلسطینیوں کی واپسی کی صورت نکالنا جو بیرون ملک مقیم ہیں کیونکہ اسرائیل کا موقف آبادی میں کمی کی وجہ سے سیاسی انسانی اورنفسیاتی سطح پر نہایت بودا ہے ہمیں یہ کام ضرور کرنا چاہئے اوراگر سرحدیں کھل گئیں تواس موقع سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے امریکی اسرائیلی مملکت کے لئے کروڑوں کی امداد دیتے ہیں امریکہ میں تقریباً پچاس لاکھ مسلمان ہیں یورپ میں یہ تعداداس سے بھی زیادہ ہے یہ مسلمان آخر کیوں اپنے بھائیوں کی امداد میں پیچھے رہیں ایسا مسلمان جو امریکی شہریت اختیار کر چکا ہے وہ آسانی سے اسرائیل جاسکتا ہے اورجتنی رقم اپنے ساتھ لے جانا چاہے لے جاسکتا ہے کیونکہ وہ امریکی ہے پھر آخراس موقع سے فائدہ نہ اٹھانے میں کیا چیز مانع ہے۔فلسطینیوں کی امداد کرنے کی اوربھی صورتیں نکالی جاسکتی ہیں مگر وقت کی کمی کی وجہ سے انہیں رہنے دیتے ہیں۔

ان دشمنوں کے بینکوں سے اپنی رقومات نکال کراسے امت کے اہم مسائل حل کرنے میں استعمال کیا جائے وہ مسائل جو پوری دنیا کے طول وعرض میں پھیلی امت اسلامی کو درپیش ہیں۔

ہمیں اپنی روزمرہ کی زندگی سے فضول خرچی عیش وعشرت کو نکالنا ہوگا اوراپنے تمام وسائل کو مجتمع کر کے اس دشمن کا مقابلہ کرنا ہوگا جس نے مکڑی کی طرح اپنا جال پھیلا رکھا ہے اپنی تنخواہ اور روزمرہ آمدنی سے ایک حصہ بچا کراس مد میں لگانا ہے اس کے علاوہ اپنے وقت کی بھی قربانی دینی ہوگی ہمارا سامنا وقت کی بہت بڑی قوت کے ساتھ ہے یہ جنگ فتح وشکست سے زیادہ بقا کی جنگ ہے ہمارادشمن امت محمدی کا نام ونشان مٹا دینا چاہتا ہے ہمیں غلامی کی دلدل میں دھکیلنا چاہتا ہے جسے وہ کنعانیوں کے متعلق بارہا کہہ چکے ہیں وہ یہود ونصاریٰ کے غلاموں کا غلام ہو۔

مبلغین پر علماء پر خطیبوں پراور پوری امت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ فوجی صلاحیت بڑھانے پر زور دیں اوراس سے زیادہ ضروری فوج کی اصلاح ہے اورایمان وجہاد پران کی تربیت کرنا ہے اوراسی طرح علمی وفنی مہارت بڑھانا ہے اوراپنے اندر ایجاد واختراع کی روح پیدا کرنی ہے تاکہ ہم اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر ایسا اسلحہ تیار کرسکیں جو دشمن کے اسلحہ کے ہم پلہ ہو۔

ہمیں نیو ورلڈ آرڈر کے بہکاوے میں ہرگز نہ آنا چاہئے جس میں امن وسلامتی کا ڈھکوسلا دیا گیا ہے اورکسی دوسرے ملک کے لئے فوج رکھنے کی ضرورت سے انکار کیا گیا ہے۔

ہمیں اسلحہ بہتر سے بہتر بنانے کی طرف قدم بڑھانا چاہئے آپ شاید جانتے ہوں کہ امریکہ خود بعض چیزیں جاپان سے بنواتا ہے امریکہ جاپان کو مطلوبہ آرڈر دیتا ہے اور وہ مطلوبہ چیز بنا دیتے ہیں ہمارے پاس روپے کی کمی نہیں ہم بھی اپنی من پسند اشیا جاپان سے آرڈر پر بنوا سکتے ہیں لیکن اس کا مقصد خود اپنے اندر فنی صلاحیت پیدا کرنا ہوا ابتدائی مرحلے میں یہ طریقہ کارآمد ہوسکتا ہے اگر ہم سنجیدگی سے اللہ پر توکل کرتے ہوئے اس جانب قدم بڑھائیں اورمحنت کریں تو اللہ تعالیٰ خیر وبرکات نازل کرے گا انشاءاللہ۔

اللہ کی قسم اگر خلیجی ممالک کو مال خرچ کرنے کا ڈھنگ آجائے تو ہم پیسے کے زور پر بلا مبالغہ امریکی انتخابات پر اثر انداز ہوسکتے ہیں اوراپنے پسند کے آدمی کو صدارتی الیکشن میں کھڑا کرسکتے ہیں اور پیسے کے زور پراسے اپنا حامی بنایا جاسکتا ہے اس کی کئی مثالیں امریکہ میں موجود ہیں خود صدر بش کا اپنا بیان ہے کہ اس کے پاس انتخابی مہم چلانے کے لئے مطلوبہ سرمایہ نہ تھا۔جس امیدوار کے جیتنے کا امکان ہو ہم اسے سرمایہ فراہم کرسکتے ہیں خواہ اس سرمائے کا معمولی اثر ہی ہو۔اس لئے ہمیں اپنے وسائل دانشمندی سے مستقبل کو سامنے رکھ کر استعمال کرنا چاہئے اورآنے والی نسلوں کے لئے وسائل بچا کر رکھنے چاہئیں معرکہ چھڑنے والا ہے اور یہ طویل معرکہ ہے کاروباری منافع سے ہٹ کر امت کے مجموعی فائدے کو ترجیح دینی چاہئے یہ غیر ملکی کمپنیاں صرف منافع خور ہیں اوراپنی لالچ کے لئے کام کرتی ہیں ہمارا ہی خام مال سستے داموں خرید کر پھر دوبارہ ہمیں مہنگے داموں پر بیچتے ہیں اور یہ منافع اگلے معرکے کی تیاری پر صرف کرتے ہیں۔

اس مختصر نشست میں میں نے آپ کے سامنے اصل دشمن کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی ہے اوران کے عزائم بھی آپ کے سامنے پیش کئے ہیں اورعملی اقدامات بھی آپ کے گوش گزار کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ باتیں ہمارے دل میں اتر جائیں۔ **استغفر اللہ لی ولکم ولسائر المسلمین .**